امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

# ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۱۲/محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۱/جولائی ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 28

اس شمارہ میں


- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کے چراغ
- کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
- نظام حیات کے فطری اصول
- نئی نسل میں محرومی کا احساس......
- غیر بھاجپائی اتحاد۔ ملک کی نئی......
- شہر اور گاؤں میں سیلاب......
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں ہفتہ، رفتہ


بین السطور

## عصر حاضر میں مدارس میں تدریس۔ غور وفکر کے چند گوشے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مدارس اسلامیہ کی خدمات تعلیم وتربیت کے حوالہ سے بڑی وقیع رہی ہیں، مدرسہ کی چٹائی پر بیٹھ کر اجرت نہیں، اجر خداوندی کے حصول کی نیت سے تعلیم وتدریس میں ہمارے اساتذہ نےجو وقت لگایا اور جو رجال کار تیار کیے وہ تاریخ کا روشن باب ہے، ان اساتذہ نے اپنے اساتذہ سے کسب فیض کیا، درس وتدریس کے رموز سیکھے اور اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کا کام کیا، ان کے فیض یافتہ طلبہ نے علم وفن کے میدان میں جو انقلاب برپا کیا، اس کی نظیر دیگر علوم وفنون کے لوگوں میں نہیں ملتی، حالانکہ دیگر علوم وفنون کے اساتذہ نے بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور تربیت یافتہ اساتذہ سے انہوں نے تعلیم پائی، مدارس اسلامیہ کے اساتذہ کے لیے تدریسی ٹریننگ اور تربیت کا باقاعدہ اداراتی شکل میں کبھی کوئی نظام نہیں رہا، ان کی تدریسی تربیت ''تکرار'' کے ذریعہ ماضی میں ہوا کرتی تھی اور آج بھی یہی سلسلہ جاری ہے، یہاں ''تکرار'' جھگڑے کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اساتذہ نے جو کچھ پڑھایا، اس کو طلبہ کے سامنے اسی طرح دہرانا جیسے استاذ نے اسے پڑھایا، مدارس اسلامیہ میں تکرار کہلاتا ہے۔ طلبہ اس تکرار سے سبق کو سمجھانے کی تربیت پالیتے تھے، بعض ایسے تکرار کرانے والے ہوتے تھے جو ہو بہو اساتذہ کی نقل اتارا کرتے تھے۔ ان کے تکرار پر استاذ کو اتنا اعتماد ہوتا تھا کہ غیر حاضر طلبہ کو اس شاگرد کے تکرار میں بیٹھنے کا مشورہ دیا کرتے تھے، بعد کے دنوں میں بعض مدارس میں معین المدرس کے نام سے فارغ ہونے والے باصلاحیت طلبہ کو دو سال کے لیے رکھا جانے لگا۔ تاکہ متعلقہ مدرسہ میں اس طرح اساتذہ کی کمی پوری کی جاسکے اور اس طالب علم کو پڑھانے کی عملی مشق ہو جائے۔ تھیوری کے طور پر اصول تعلیم مدارس میں پڑھانے کا نظام نہیں رہا، سارا زور عملی تعلیم پر ہوا کرتا تھا اور اسے کافی سمجھا جاتا تھا۔

لیکن اب تعلیم وتربیت ایک فن ہے، اور ہر دم تدریس کے خوب سے خوب تر طریقوں کی تلاش کی جارہی ہے، ایسے میں اب مدارس میں تدریس کی تربیت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اور قدیم طریقہ تدریس کے ساتھ جدید طریقہ ؟ تعلیم کی شمولیت بھی مفید معلوم ہوتی ہے۔ اس افادیت کے حصول کے لیے ہمیں از سر نو اپنے تدریسی نظام کا جائزہ لے کر اساتذہ کی تربیت کا بھی ایک نظام بنانا چاہئے، عصری درسگاہوں کی طرح مدارس کے لیے بھی تدریسی تربیتی ادارے ہونے چاہئے، جب مضمون نگاری، تحقیق وتنقید، فقہی بصیرت اور فتویٰ نویسی کی مشق کے لیے بہت سے ادارے کھلے ہوئے ہیں تو تدریس کے فن میں مہارت اور اچھا استاذ بننے کے لیے بھی ادارے کھولنیکی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیوں کہ اب بہت کچھ ماضی کی بہ نسبت بدل چکا ہے۔

ماضی میں جو طریقہ رہا ہے، اس میں بغیر مطالعہ کیپڑھانے کو ناجائز سمجھا جاتا تھا، کوئی استاد بغیر مطالعہ کے لڑکے کو پڑھاتا نہیں تھا، اگر اس نے رات مطالعہ نہیں کیا تو صبح میں وہ پیچھے کا آموختہ ہی دہرا دیتا تھا، یہ بات ہمارے یہاں اب کم نہیں، ختم ہوتی جارہی ہے۔

مطالعہ کے بعد طریقۂ تدریس میں ایک دوسری اہم چیز ہے جسے ہم لیسن پلان (Lesson Plan) یعنی منصوبۂ تدریس کہتے ہیں، لیسن پلان کا مطلب ہے کہ آپ کلاس میں بچوں کو کیسے پڑھائیں گے، آپ یہ طے کریں گے کہ آج بچے کو کتنا ڈوز (Dose) ہمیں دینا ہے، آج کے سبق میں بچے کو ہمیں کیا بتانا ہے اور کیا نہیں بتانا ہے، آپ نے شروحات دیکھ لی، حواشی دیکھ لیا، بین السطور پڑھ لیا، اب آپ چاہتے ہیں کہ یہ سارا کچھ بچوں میں منتقل کردیں، بچے کا ذہن ابھی اس لائق نہیں ہے کہ وہ آپ کے سارے مطالعے کو برداشت کرے، ہمارے ایک دوست کہا کرتے تھے، کہ بعض اساتذہ اپنے مطالعہ کی قے کرتے ہیں'' قے '' کی تعبیر ہے تو قبیح، لیکن عملاً ہوتا یہی ہے، آپ دیکھیں کہ بچے کو جو کچھ ہم بتا رہے ہیں وہ کتنا فولو (Follow) کر رہا ہے اور کتنا اس کو سمجھ رہا ہے تلخیص پڑھاتے وقت آپ نے مختصر المعانی پوری پڑھادی، اس سے بچے کو فائدہ نہیں پہونچے گا۔

تدریس میں عملی مشق اور مشاہدات کی بڑی اہمیت ہے۔ مدارس میں یہ طریقہ مفقود ہوتا جارہا ہے۔ پہلے کی طرح اب بھی قطب تارہ، صبح صادق، فیء اصلی، مثل اول، مثل ثانی، شفق ابیض، شفق احمر، صبح صادق، صبح کاذب وغیرہ کو عملی طور پر طلبہ کو دکھانے، سمجھانے اور مشاہدہ کرانے کی ضرورت ہے۔ بڑے مدرسوں میں بھی یہ طریقہ ان دنوں مفقود ہے۔ اسی طرح ہمارے لیے یہ بہت آسان ہے کہ جب طالب علم کو سامان ڈھونے کے لیے مارکیٹ لے جائیں تو صرف جھولا نہ ڈھلوائیں بلکہ خرید وفروخت کرتے وقت بیوع کی بحثیں آسانی سے عملی مشق کے ذریعہ ہم بچوں کو سمجھا سکتے ہیں۔ بائع، مشتری، ایجاب، قبول، مبیع، ثمن، قیمت، اقالہ، خیار شرط، خیار رویت، خیار عیب جیسے مسائل طالب علم جھولا ڈھوتے ڈھوتے سیکھ جائے گا۔ ضرورت صرف توجہ کی ہے۔

تدریس میں پلاننگ کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ہمیں پلاننگ کرنی چاہیے کہ 45 منٹ کی گھنٹی ہے، اس گھنٹی میں ہمیں کتنا پڑھانا ہے اور کیا کیا پڑھانا ہے؟ ہمیں کتنی دیر بچوں سے سوالات کرنے ہیں؟ کتنی دیر میں عبارتیں صحیح کروا دینی ہیں اور ترجمہ کر کے مطلب کتنا بیان کر دینا ہے، اگر یہ تیاری رات میں ہی آپ نے کرلی تو کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ استاد باہر کھڑا ہے، گھنٹی لگ گئی ہے اور آپ کا سبق ختم ہونے کو ہی نہیں آتا۔

بچوں کو مارنے ڈانٹنے کے مزاج کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے، آپ نے اسے ڈانٹ کر کہا تجھے کچھ نہیں آتا، کم بخت اتنا بڑا ہو گیا! آپ کی اس ڈانٹ نے اس کے ذہن کے سارے دروازے بند کردیے، آپ یہ مت دیکھئے کہ بچے نے سبق یاد نہیں کیا، آپ یہ دیکھیے کہ اس بچے نے کیوں سبق یاد نہیں کیا؟ آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟ جس کی وجہ سے بچہ سبق یاد نہیں کرسکا، آپ جب اسباب پر غور کریں گے، تو ایسا ہوسکتا ہے کہ رات اس کی طبیعت خراب ہوگئی ہو، ایسا ممکن ہے کہ اس کے باپ آگئے ہوں اور وہ اپنے باپ سے بات کرنے میں لگا رہ گیا ہو، ایسا بھی ممکن ہے کہ سبق کو اس نے سمجھا ہی نہ ہو، یا اس نے سبق کو سمجھا تو لیکن اپنے مافی الضمیر کو ادا نہیں کر پارہا ہے، کچھ بھی وجہ ہوسکتی ہے۔

ایک آدمی نورانی قاعدہ پڑھا رہا ہے، نورانی قاعدہ میں بچے نے قل للّٰہ صحیح نہیں پڑھا، اب استاد نے اسے دو طمانچہ مارا اور کہا کہ بھاگ یہاں سے، کمبخت تم کو کچھ نہیں آتا، اس صورت میں یا تو کل سے وہ بچہ نہیں آئے گا، یا آئے گا تو کسی سے رٹوا کر آئے گا، جس کی بنا پر اس کو آئے گا کچھ نہیں، رٹو ہو کر رہ جائے گا، بچے کی اس غلطی پر آپ کا ذہن فوراً کام کرنا چاہئے کہ غلطی کہاں ہو رہی ہے؟ آپ جب اس کا تجزیہ کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ تشدید کے عمل کو نہیں جان رہا ہے، وہ پورے لام کو پہچانتا ہے، آدھے لام کو نہیں پہچانتا ہے، زیر زبر میں غلطی کر رہا ہے، اب آپ نے اس کو پکڑ لیا کہ یہ بچہ فلاں جگہ غلطی کر رہا ہے، پانچ منٹ اس کمی کو دور کرنے کے لئے الگ سے کلاس کے بعد آپ نے اس بچہ کو دے دیا تو دوسرے دن سے وہ دوسرے بچوں کے ساتھ شریک ہو جائے گا، سبق بھی اس کو یاد ہوگا، وہ شوق سے آئے گا بھی، پڑھے گا بھی۔ اور اگر آپ نے اس کو ڈانٹ کے بھگا دیا تو رٹ کر کے آئے گا، یا آنا چھوڑ دیگا، پڑھائی چھوڑ دیگا۔ اسی طرح آپ حساب پڑھا رہے ہیں، حساب پڑھانے میں 25 سے 45 کو آپ نے ضرب کرنے کو کہا، بچے نے ضرب میں غلطی کردی، آپ کا کام یہ نہیں ہے کہ اس کو مار کے بھگا دیجئے، آپ کا کام یہ ہے کہ آپ یہ دیکھئے کہ اس بچے نے غلطی کہاں پر کی، ایسا ممکن ہے کہ اس کا پہاڑا صحیح نہیں ہے، ایسا ممکن ہے کہ گنتی اس کی صحیح نہیں ہے، ایسا ممکن ہے کہ عدد لکھنے میں اس نے غلطی کردی، ایسا ممکن ہے کہ عدد کی قیمت کا اس کو پتہ نہیں ہے۔ اس طریقے کو جب آپ اپنالیں گے، بچہ شوق سے پڑھنے آئے گا اور خوش خوش درسگاہ میں شریک ہوگا۔

خواجہ غلام السیدین نے زبردست بات لکھی ہے کہ اچھے استاد کا کمال ہے کہ وہ اپنے شعور وآگہی میں بچے کو شریک کرلے، آپ نے جو کچھ پڑھا ہے آپ کے پاس جو کچھ سرمایہ ہے یہ آپ کا کمال نہیں ہے، یہ آپ کے استاد کا کمال ہے کہ انہوں نے اس علم کو آپ کے اندر منتقل کر دیا جو استاد کے پاس تھا، اب اگر ہماری صلاحیت ہمارے بچوں میں، ہمارے طلبہ میں نہیں منتقل ہو رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اچھے استاد نہیں ہیں، اچھا استاد وہ ہے جو اپنے شعور، اپنی آگہی اور اپنے علم کو ٹرانسفر Transfer کرنے کی اچھی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور کبھی طلبہ سے مایوس نہ ہو (بقیہ ص: ۱۴/ پر)

### اچھی باتیں

چار لوگوں میں بیٹھ کر آپ مزے لے لے کر دوسرے کی بُرائیاں کرتے ہیں، آپ کے وہاں سے اٹھتے ہی آپ کی بھی برائیاں شروع ہو جاتی ہیں ☆ خاک سے بنے انسان میں اگر خاکساری نہ ہو تو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے ☆ گالی کا جواب گالی اور طعنے کا جواب طعنے سے دینا ''انا'' کو تسکین دیتا ہے، لیکن دماغ کو بنجر کر دیتا ہے ☆ موت انسان کو ضرور مار سکتی ہے، مگر اچھے اخلاق والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، دلوں میں بھی، لفظوں میں بھی اور دعاؤں میں بھی ☆ ہم اکثر اپنی چیزوں کی طرح اپنے تعلق کہیں رکھ کر بھول جاتے ہیں، کبھی خود غرضی میں، کبھی غلط فہمی میں اور کبھی بے وقوفی میں ☆ مشکلوں سے لڑنا نہیں، سنبھل کر گذرنا سیکھو ورنہ آپ کی شخصیت تباہ ہو جائے گی۔ (حاصل مطالعہ)

### پہلا تبصرہ

''حکومتیں عورتوں کو خود مختار اور ان کے حقوق کی باتیں کرتی نہیں تھکتیں، مساوات کے نام پر مرد وعورت کی فطری صلاحیتوں کو نظر انداز کر کے فیصلے لیے جارہے ہیں، ایک صاحب کی تجویز تو یہ ہے کہ عورتوں کو بھی کئی مرد سے شادی کی اجازت ہونی چاہیے، غنیمت یہ ہے کہ ابھی یہ بات نہیں کہی جارہی ہے کہ عورت کی طرح مردوں کو بھی بچوں کی پیدائش کا کرب جھیلنا چاہیے، اکیلے عورت ہی کیوں جھیلے، عورت کے لیے اس قسم کے مگرمچھ کے آنسو بہانے والے عورتوں کی آبرو ریزی، انہیں برہنہ گھمانے اور اجتماعی عصمت دری سے باز نہیں آتے، یہ کیسا عجوبہ ہے، حکومتیں ایسے درندوں کو نظر انداز کر کے جیل سے بری کرا دیتی ہے، ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔'' (واحد متکلم)

# اللہ کی باتیں ----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

## کسی کی پریشانی سے خوش مت ہوئیے

''اگر تم لوگوں کو کوئی بھلائی حاصل ہوتو ان کو ناگوار گذرتی ہے اور تم کسی تکلیف دہ بات سے دوچار ہوتو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اگر تم لوگ صبر اور تقوی سے کام لیتے رہو تو تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکے گی، کیونکہ ان کے سارے کرتوت کو اللہ اپنے گھرے میں لئے ہوئے ہیں'' (سورہ آل عمران:120)

**وضاحت**: قرآن مجید نے مسلمانوں کو ہر قسم کے مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے صبر وتقوی کو ایک موثر علاج کی حیثیت سے بیان فرمایا اور امت کو اس بات کی تلقین کی کہ اگر حالات ناسازگار ہوجائیں اور مخالفین تمہیں نقصان پہونچانے کے درپے ہوجائیں تو اس وقت صبر وتقوی کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو اور ہر حال میں اللہ سے لو لگائے رکھو، اگر تم نے اللہ پر پختہ یقین اور بھروسہ کرلیا تو تم کو ان کی چالیں ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہونچا سکیں گی، کیونکہ صبر وتقوی ایسا جامع نقطہ ہے کہ اس میں اللہ سے تعلق اور ظاہری تدابیر دونوں شامل ہیں، اس لئے کہ جو ظاہری تدابیر اختیار کرکے اللہ پر بھروسہ کرے گا، اللہ تعالیٰ دشمنوں کی سازشوں کو بے اثر اور نامراد فرمادے گا اور اپنی فتح ونصرت عطا کرے گا، بزرگوں نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کو اللہ کے سپرد کردیتا ہے، اللہ اس کو کبھی ضائع نہیں کرتا ہے۔

یہ ستم ظرفی کہئے یا جہالت ونادانی کہ بہت سے مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے ناگفتہ بہ حالات پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں اور بسا اوقات اپنے دکھ وتکلیف سے زیادہ دوسروں کے سکھ سے پریشان رہتے ہیں یا اپنا سکھ دوسروں کے دکھ میں تلاش کرتے ہیں اور دشمنوں کے سر میں سر ملاتے رہتے ہیں، ایسے بیمار ذہنیت کے لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ مصیبتیں آج اگر دوسرے کے پاس آئی ہیں تو کل ہمارے پاس بھی آسکتی ہیں اور ہم بھی کہیں ناگفتہ حالات سے دوچار ہوسکتے ہیں، اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر اظہار مسرت مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور تجھے اس میں مبتلا کردے، تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب فاتح فلسطین مرد مجاہد وجلیل حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات ہوئی تو ایک ریاست کے حکمراں جن کا نام مورخین نے سیف الدین لکھا ہے اس نے فرحت ومسرت کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی سخت گرفت فرمائی اور زیادہ دنوں کی مہلت نہ دی، صرف دو ماہ کے اندر وہ بڑی بے دردی سے قتل کردیئے گئے، اس طرح کے واقعات سے ہمیں عبرت لینا چاہئے اور کسی کی دکھ، درد اور مصیبت وپریشانی کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے، یوں بھی کسی کلمہ گو فرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی مصیبت پر جشن منائے اور خوشی کا اظہار کرے، اللہ سے ہر مسلمان بھائی کے لیے دعا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عزت اور خوشحالی کی زندگی نصیب فرمائے، اگر ہم نے دوسروں کے لئے دعائے خیر کی تو اللہ تعالیٰ اس کے طفیل میں ہمارے مسائل کو بھی حل فرمادیں گے۔

## ناپ تول کر بولئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے (مسلم شریف)

**مطلب**: اسلام کی ہر شے میں خواہ وہ عقیدے سے متعلق ہو یا عبادت سے یا اخلاق ومعاملات سے، مرکزی چیز اللہ رب العزت کی خوشنودی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری ہے، ہر وہ کام اور عمل اچھا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند فرماتے ہیں اور وہ برا ہے جس کو وہ ناپسند فرمائے، اس بنا پر اسلام کی نظر میں اخلاق کی دو قسمیں ہیں، وہ اخلاق جن کو خدا پسند فرماتا ہے یہ فضائل کہلاتے ہیں جیسے تواضع خاکساری، دیانت داری وامانت داری اور ایثار قربانی وغیرہ کرنے والے کو اللہ محبوب رکھتے ہیں، اور ہر وہ کام جن کو وہ ناپسند کرتا ہے، رزائل ہیں، جن سے بچنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو دیا ہے، جن کے کرنے والے اس کے حضور میں گنہگار ٹھہرتے ہیں اور جن کے بدولت انسانی افراد اور جماعتوں کو روحانی اور مادی نقصانات پہونچتے ہیں اور ان کی معاشرت تباہ ہوجاتی ہے، جیسے غیبت وچغل خوری، بدگمانی وبے ایمانی اور دروغ گوئی وغیرہ سے دینی ودنیاوی ترقیوں کی راہیں مسدود اور سعادت اور اقبال کا دروازہ اس پر بند ہوجاتا ہے، انہیں بری عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سنی سنائی باتوں کو بغیر تحقیق کے بیان کیا جائے، اس لئے کہ یہ ایک درجہ کا جھوٹ ہے اور جس طرح جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی عادت رکھنے والا آدمی قابل اعتماد نہیں ہوتا اسی طرح یہ آدمی بھی لائق اعتماد نہیں رہتا، سوسائٹی میں اس کی باتوں کی قدر نہیں رہتی، اسلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی سنائی باتوں کو نقل کرنے سے منع فرمایا، ''کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع'' آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے، ایسے لوگوں کو جو ہر سنی سنائی باتوں پر یقین کرلیتے ہیں ''سمّٰعون للکذب'' جھوٹ کے بڑے سننے والے کا خطاب دیا ہے، اکثر یہ دیکھا گیا کہ بہت سے لوگ خوش گپی کے موقع پر تفریح طبع کے لئے جھوٹ بولتے ہیں، اس سے بھی اگر چہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا، بلکہ بعض موقعوں پر ایک دلچسپی کی چیز بن جاتی ہے، تاہم اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس پر افسوس ہے، کیونکہ اس سے آدمی کا وزن ہلکا ہوتا ہے اور اس کی بات بے اعتبار ہوجاتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ جھوٹ برابر ہے، اسلئے ہر مومن بندہ کو بغیر تحقیق کے کسی بات کو نقل کرنے سے پرہیز کرے اور خوش گپی کے موقع پر بھی زبان کو دروغ گوئی سے محفوظ رکھے۔

# دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

## مندر یا پوجا کے لیے چندہ دینا:

**س**: غیر مسلم حضرات مندر کی تعمیر یا مذہبی تہواروں کے موقع پر پوجا پاٹ کے لیے چندہ کرتے ہیں، کبھی تو راستہ میں اور کبھی دکانوں پر جاکر، اگر نہ دیں تو ان سے نقصان کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

**ج**: مندر کی تعمیر یا پوجا پاٹ میں چندہ دینا گناہ کے کاموں میں مدد کرنا ہے، اور گناہ کے کاموں میں مدد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے "و لا تعاونوا علی الإثم و العدوان" (المائدۃ:۲) ۔لہٰذا حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، البتہ چندہ نہ دینے کی صورت میں جان ومال پر ضرور نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بدرجۂ مجبوری دے سکتے ہیں، لیکن دیتے وقت پوجا پاٹ یا مندر کی تعمیر میں دینے کی نیت نہیں بلکہ مانگنے والے ہی کو دینے کی نیت یا ضرر ونقصان کو ٹالنے کی نیت کرلی جائے۔

"اما إذا اعطی لیدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به" (مرقاۃ المفاتیح: ٤/١٥٣؛ باب رزق الولاۃ و هدایاهم)

## غیر مسلموں کے تہواروں پر مبارک باد دینا اور میلہ میں دکان لگانا:

**س**: غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر ان کو مبارک باد دینا، میلے میں مسلمان کا دکان لگانا یا یوں ہی گھومنے پھرنے جانا درست ہے یا نہیں؟

**ج**: غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں کے موقعوں پر ان کو مبارک باد دینا، یا میلوں میں شریک ہوکر یا دوکان لگاکر ان کی رونق بڑھانا شرعاً جائز نہیں ہے، مسلمانوں کا اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ "من کثر سواد قوم فهو منهم" (کشف الخفا: ۲/۲۴۴؛ بحواله فتاویٰ قاسمیه: ۲۴/۲۷۶)

## مسلم وغیر مسلم کا تہوار کے موقع پر ایک دوسرے کو تحفہ دینا:

**س**: ایک محلّہ میں مسلم وغیر مسلم دونوں کی مخلوط آبادی ہے، دونوں کے تعلقات آپس میں بہتر ہیں، ایک دوسرے کے تہوار کے موقع پر مٹھائیوں کا لین دین ہوتا ہے، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**ج**: غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنا، ان کے ساتھ ہمدردی ومحبت کا برتاؤ کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کو مٹھائی وغیرہ لیا دینا شرعاً جائز ودرست ہے، البتہ بتوں کے اوپر چڑھائی گئی مٹھائیوں کا کھانا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں، اس لیے اگر اس طرح کی مٹھائیاں ہوں تو کھانے سے پرہیز کیا جائے۔

## غیر مسلموں کے جنازہ میں شرکت:

**س**: غیر مسلموں کی عیادت وتعزیت کرنا، ان کے جنازہ کے ساتھ شمسان گھاٹ جانا اور چند دنوں کے بعد ان کے شرادھ کا کھانا کھانا مسلمانوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

**ج**: غیر مسلموں کی عیادت وتعزیت میں جانا شرعاً جائز ودرست ہے، اسی طرح غیر مسلم میت کو اس کے شمسان کی جگہ لے جانے والا اس کی قوم کا کوئی آدمی نہ ہو تو مسلمان اس کو اٹھا کر لے جاسکتا ہے، لیکن اگر اس کو لے جانے والے اسکی قوم کے لوگ ہوں تو شرکت سے پرہیز ضروری ہے، اور اگر آپسی تعلقات کی وجہ سے ساتھ جانے کی مجبوری ہو تو ان کی جماعت سے کچھ فاصلہ بنا کر پیچھے پیچھے جائے، لیکن مردہ کو جلانے کے عمل میں شرکت بہر حال درست نہیں ہے، نیز شرادھ کا بھوج جو مرنے کے چند دنوں کے بعد کیا جاتا ہے، اس کو بھی کھانے سے پرہیز کیا جانا چاہئے، کیوں کہ غیر مسلموں کے ایسے عقائد واعمال جو اسلام سے کسی طرح میل نہیں کھاتے، ان میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ "لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و من یفعل ذالك فلیس من اللّٰه فی شئی۔" (آل عمران:۲۸)

**"اذا کان خلف جنازۃ الکافر من قومه من یتبع الجنازۃ لاینبغی لقریبه المسلم أن یتبع الجنازۃ حتی لا یکون مکثر سوادالکفرۃ، ولکن یمشی ناحیة منها و إن لم یکن خلف الجنازۃ من قوم الکافر من یتبعها فلا بأس للمسلم أن یتبعها و فی الطحاوی: لا بأس بأن یعود اذا مرض " (الفتاویٰ التاتارخانیه ؛فصل الکافر یموت و له ولی مسلم: ۳/۷۷)**

## غیر مسلموں کے یہاں شادی کی تقریب میں شرکت:

**س**: غیر مسلم دوست کے یہاں شادی کی تقریب میں شریک ہونا، تحفہ دینا اور اس کی دعوت کھانا صحیح ہے یا نہیں؟

**ج**: مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ایک دوسرے کے یہاں شادی کی تقریب میں شریک ہونا، تحفہ دینا اور دعوت کھانا شرعاً جائز ودرست ہے۔ "عن ابی وائل وابراهیم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس من جبنهم و خبزهم فأکلوا و لم یسألوا عن شئی من ذلك (مصنف ابن ابی شیبة: ١٧/١٤٦)

و لا بأس بأن یضیف کافراً لقرابته أو لحاجة" (هندیه: ٥/٣٤٧) فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۲/محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۱/جولائی ۲۰۲۳ء روز سوموار

## موت کا پیغام

اللہ رب العزت نے اس کائنات کا جو نظام بنایا ہے، اس کے مطابق ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، انسان، جانور، چرند وپرند بلکہ سائنسی تحقیق کے مطابق درخت ونباتات بھی موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، کیوں کہ ان کے اندر بھی جان ہے، البتہ انسان وجنات کا معاملہ تھوڑا الگ ہے، اس لئے آخرت میں انہیں حساب وکتاب سے گذرنا ہوگا، اور قیامت میں انہیں ان کے اعمال کی جزا وسزا دی جائے گی، اب اس وقت جو جہنم کی آگ سے بچ گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب وکامران ہوا اور جس کو جہنم میں ڈال دیا گیا وہ خسران اور نقصان میں رہا، اللہ رب العزت نے زمانے کی قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان کے جو مؤمن صالح ہے اور حق اور صبر کی تلقین کرتا رہتا ہے،

موت دراصل ہمیں ایک ایسی دنیا میں پہونچا دیتی ہے جہاں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان نے کس طرح زندگی گذاری اور کس کے فسق وفجور نے اسے جہنم کے دروازے تک پہونچا دیا، اللہ رب العزت نے لِيَبْلُوَكُم اَيُكُمْ "اَحْسَنُ عَمَلًا" کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیاوی زندگی آزمائش ہے، حدیث میں اسے "مزرعة الآخرة" یعنی آخرت کی کھیتی سے تعبیر کیا ہے، جو یہاں بوؤ گے اس کا فصل اور پھل آخرت میں کام آئے گا، اس لیے کہ دنیا دھوکے کی ٹٹی ہے اور یہاں آزمائش ہی آزمائش ہے، اللہ کبھی خیر وشر کے مواقع پیدا کر کے آزماتا ہے اور کبھی مال ومتاع کے ضیاع، خوف کی نفسیات میں مبتلا کر کے، کبھی بھوک مسلط کر کے آزمائش ہوتی ہے اور کبھی فسادات میں انسان اور باغات کی قتل وغارت گری کا سامنا آزمائش کی شکل میں کرنا پڑتا ہے۔ موت کسی بھی حالت میں آ سکتی ہے، اور کہیں بھی آ سکتی ہے، اس کے راستے کو شیشہ پلائی ہوئی دیوار نہیں روک سکتی، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے اور اس میں کسی بھی حالت میں تاخیر نہیں ہو سکتی۔ کب آئے گی اس کا علم اللہ ہی کو ہے، کوئی نہیں جانتا کہ اس کی موت کب، کہاں اور کس حالت میں آئے گی، موت جب بھی آئے یہ ایک تحفہ ہے جو اللہ کی طرف سے اللہ کا فرشتہ ایمان والے کے پاس لے کر آتا ہے، یہ ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملانے کا کام کرتی ہے، یہ فانی زندگی کو ابدی زندگی میں بدل دیتی ہے، یعنی بقول شاعر

موت ایک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

اس آگے چلنے کے عمل کو بتانے کے لیے ہمارے یہاں موت کو انتقال اور وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایک کے معنی منتقل ہونے اور دوسرے کے معنی پہونچ جانے کے آتے ہیں، یہی مو؟ من کا مقصود ومطلوب ہے، لیکن جب کوئی ہمارے درمیان سے اٹھ جاتا ہے تو جدائی کا صدمہ کبھی کبھی نا قابل برداشت ہو جاتا ہے اور یہ کرب بہت دنوں تک جسم وجاں کو گھلاتا رہتا ہے۔

امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کی اچانک سفر آخرت پر حالت نماز میں روانہ ہونے کا عمل کچھ ایسا ہی اثر چھوڑ گیا، کہنا چاہیے کہ امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران، کارکنان مبہوت سے رہ گیے، گھنٹوں تو ایسا محسوس ہوتا رہا کہ ان کے ساتھ ہمارے بھی جسم وجاں کا رشتہ منقطع ہو گیا ہے، کسی کو ہوش نہیں تھا، لیکن اللہ کا فرشتہ اپنا کام کر چکا تھا اور وہ ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر وطن سے دور اللہ کے پیغام پر لبیک کہہ چکے تھے، مولانا کا اس دنیا سے چلا جانا ان کے متعلقین، وارثین اور محبین کا نقصان تو ہے ہی، خود امارت شرعیہ اور اس کے بہت سارے ذیلی اداروں کا بڑا نقصان ہے، اس نقصان کی تلافی میں وقت لگے گا، غم کے بادل چھٹیں گے اور کاروبار زندگی معمول پر آ جائے گا، الٰہی نظام یہی ہے، ہمیشہ سے ایسا ہوتا رہا ہے، آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

مولانا کی اس اچانک موت کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ ہمیں آخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہیے، معاملات کی صفائی، عبادات میں انہماک، کاموں کے تئیں خلوص اور ہر وقت اللہ کی یاد میں مگن رہنا چاہیے، بہت سارے لوگوں کو کہتے سنا کہ ہم تو ہمیشہ سفر کے لیے تیار رہتے ہیں، کاش آخرت کے سفر کے لیے بھی ہماری تیاری اسی قسم کی ہو۔

## شور وہنگامے کی سیاست

پہلے احتجاج، مظاہرے اور دھرنے کی جگہ پارلیامنٹ اور اسمبلی کے بجائے چوک، چوراہے اور سڑکیں ہوا کرتی تھیں، ہڑتال بھی اپنی بات سرکار تک پہونچانے کا مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا تھا، پٹنہ میں ابھی حال تک ایک چوراہے کا نام ہڑتالی موڑ ہوا کرتا تھا، بعد میں ہڑتال اور مظاہرے کے لیے آر بلاک کا استعمال ہونے لگا، اب وہاں سے گردنی باغ کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے، یوں بھی اب یہ سارے کام پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں ہونے لگے ہیں، عوامی نمائندگان ایوان میں اپنے مخالفین کو زیر کرنے کے لیے اس قدر شور ہنگامے کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ، پہلے مچھلی ہاٹ اور سبزی منڈی کو شور شرابے کے لیے مثال کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، لیکن اب ہمارے زمانے میں پارلیامنٹ اور اسمبلیاں شور شرابے کی جگہیں بن گئی ہیں، ہر دن جب پارلیامنٹ اور اسمبلی چل رہی ہوتی ہے تو اس کے انتظام وانصرام اور تحفظ پر لاکھوں روپے عوام کے خرچ ہوتے ہیں اور پورا پورا دن بغیر کسی کام کاج کے برباد ہو جاتا ہے اور اسپیکر کے پاس اجلاس کی کارروائی ملتوی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا، بہار کے حالیہ اسمبلی اجلاس میں یہی سب کچھ ہوا، اور تیجسوی پرساد کے چارج شٹ میں نام ہونے کی وجہ سے ان کے استعفیٰ کے لیے حزب مخالف نے اس قدر شور مچایا کہ اسمبلی میں معمول کا کام کاج ہو نہیں پایا۔

پارلیامنٹ کا حالیہ سیشن بھی ہنگامہ آرائی اور شور شرابے کی نظر ہو رہا ہے، حزب مخالف کی متحدہ جماعت ''انڈیا'' نے عدم اعتماد کی تحریک پیش کی، ضابطہ کے مطابق پچاس ارکان کے اس پر دستخط تھے، اس لیے بحث کے لئے اس تحریک کو اسپیکر اوم پرکاش برلا نے منظور کر لیا، اس پر ضابطہ 267 کے تحت بحث ہوئی چاہیے تھی، لیکن شور شرابے کے دوران بغیر کسی بحث کے مرکزی حکومت نے جنگلات تحفظ (ترمیمی) بل کو پارلیامنٹ سے منظور کرالیا، راجیہ سبھا میں بھی درج فہرست قبائل سے متعلق ترمیمی بل حزب مخالف کے واک آؤٹ کے بعد صوتی ووٹ سے منظور کرانے میں حکومت کامیاب ہو گئی، بغیر بحث کے جو بل پاس ہو جاتا ہے اس کی خامیوں کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں جاتی اور مستقبل میں اس کا خمیازہ ملک کو بھگتنا ہوتا ہے، حزب مخالف کے واک آؤٹ کے نظریہ کو بھی ہم صحیح نہیں سمجھتے، ہماری نظر میں واک آؤٹ بھی بل کو منظور کرانے میں تعاون کی ایک شکل ہے۔ عوام اس نکتہ کو خوب سمجھتی ہے کہ حزب مخالف کا ایوان سے باہر چلے جانا بھی ان کی سیاسی حکومت عملی کا حصہ ہے اور یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ اس وقت میری پارٹی ایوان میں موجود نہیں تھی۔

ایوان میں شور شرابے اور ہنگامے کی وجہ سے بیرون ملک بھی ہماری سیاسی تصویر بگڑ رہی ہے اور لوگ اسے ایوان کے وقار کے خلاف تصور کرتے ہیں، ہماری شبیہ یہ بننے لگی ہے کہ ہم باوقار ایوان میں بھی باوقار اور سنجیدہ انداز میں بحث نہیں کر سکتے، ہمارے سیاست دانوں کو اس پہلو پر توجہ دینی چاہیے، ورنہ اس سے ملک کا مالی خسارہ تو ہو ہی رہا ہے، سماجی خسارہ بھی ہوگا، اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ سیاسی حضرات کی آواز اہم موضوعات پر بھی عوام نہیں سنے گی، کیوں کہ ان کی ان حرکات کی وجہ سے ان کا وقار، اعتبار اور اعتماد سب ختم ہو چکا ہوگا۔

## انڈیا مقابل این ڈی اے

ہندوستان کی چھبیس چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں نے 2024 کے الیکشن میں بھاجپا اور ان کی حلیف جماعتیں جن کا اتحاد این ڈی اے کے نام سے جانا جاتا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اس کے ساتھ چھوٹی بڑی چھتیس پارٹیاں ہیں کو ہرانے کے لیے عظیم اتحاد ''انڈیا'' کے نام سے بنایا ہے، انڈیا کا مطلب ہے انڈین نیشنل ڈولپمنٹ انکلوزیو الائنس (I.N.D.I.A) یہ نام این ڈی اے پر بھاری پڑ رہا ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے نیشنل ڈیموکریٹک الائنس، ظاہر ہے بقول ممتا بنرجی این ڈی اے، انڈیا کو چیلنج نہیں کر سکتا، اس نام کا اعلان کانگریس کے صدر ملک ارجن کھرگے نے 18 جولائی 2023 کو بنگلور میں پٹنہ کے بعد حزب مخالف اتحاد کی دوسری میٹنگ میں کہا، اس نام کے اعلان سے ملکی سیاست میں ایک بھوچال سا آ گیا، اور لوگوں نے پہلی بار محسوس کیا کہ کانگریس کے پاس بھی تھنک ٹھینک ہے اور ان کے اندر بھاجپا کے نظریہ ساز ادارے کو مات دینے کی بڑی صلاحیت موجود ہے اور اس نام کی وجہ سے مخالفت کرنا آسان نہیں ہوگا، بھاجپا چاہے جو کہے؛ لیکن اس نے قومیت کے نام پر عوام کو گمراہ کرنے کے لیے ''اسکل انڈیا، ڈیجیٹل انڈیا'' جیسے نعروں کا استعمال کیا، اب ''انڈیا'' نام دے کر حزب مخالف نے اس کی ہوا نکال دی ہے۔

بھاجپا نے اسی دن یعنی 18 جولائی کو اپنے حلیف اڑتیس پارٹیوں کی میٹنگ بلائی، جس میں بھاجپا کے علاوہ کوئی قابل ذکر پارٹی موجود نہیں تھی، تعداد دکھانے کے لیے چراغ پاسوان کو بھی مودی جی نے گلے لگایا، جن سے پشوپتی پارس کے بغاوت کے بعد مکان خالی کرالیا گیا تھا، اور سامان سڑک پر نکال باہر کیا گیا تھا، تعداد بڑھانے کے لیے میگھالیہ کے وزیر اعلیٰ کونراڈ سنگما کا بھی استقبال کیا گیا، جنہیں وزیر اعظم دنیا کی سب سے کرپٹ اور بدعنوان حکومت قرار دے چکے تھے، میٹنگ ہوئی، وزیر اعظم کا لب ولہجہ انتہائی جارحانہ تھا اور وہ ''انڈیا'' پر جم کر برسے، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہندوستان کو لوٹنے والے لوگ ''انڈیا'' کے نام سے سرگرم ہو رہے ہیں، مودی جی نے اسی دن این ڈی اے کی میٹنگ کر کے حزب مخالف اتحاد کی خبروں کو دبانے کی کوشش کی، لیکن ''انڈیا'' کی خبر کو گودی میڈیا کے لیے یک سر نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہو سکا، اور وہ اسی اہمیت کی وجہ سے پرنٹ میڈیا اور الکٹرونک میڈیا میں جگہ بنانے میں کامیاب رہی، اس محاذ پر بھی بھاجپا کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

حزب مخالف کی میٹنگ 17 جولائی 2023 کو بنگلور میں شروع ہوئی تھی، اسی دن این ڈی ٹی وی کی سینئر صحافی نغمہ سحر نے اپنے پروگرام ''سچ کی پڑتال'' میں لوگوں سے اس سوال کا جواب مانگا تھا کہ کیا حزب اختلاف 2024 میں مودی کو شکست دے سکے گا، پینتیس ہزار لوگوں کی آراء آئیں، جن میں تراسی فی صد لوگوں نے ہاں میں جواب دیا، جبکہ پندرہ فی صد لوگوں کی رائے اس کے برعکس تھی، دو فی صد نے کچھ نہیں کہہ سکتے کہہ کر اپنی رائے دی ہے۔

اس جائزہ سے ایک رجحان سامنے ضرور آیا ہے، لیکن اسے حتمی نہیں کہا جا سکتا، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ''انڈیا'' نام کی وجہ سے حکمراں جماعت میں جو فکر مندی پائی جا رہی ہے، اس کی وجہ سے نئے نئے امکانات کے دروازے کھل سکتے ہیں، اور ہندوستانی مسلمانوں کو لبھانے کی کوشش بھی کی جا سکتی ہے، لیکن یہ صرف ''لبھاؤنا'' ہی ہوگا، بھاجپا اور آر ایس ایس کے نظریات ڈھکے چھپے نہیں ہیں اور انہوں نے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے ہیں، ماب لنچنگ اور مختلف عنوانات سے قتل وغارت گری کا جو بازار گرم کیا ہے وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، اس لیے ہم سب کو ہوشیار خبردار اور بیدار رہنا چاہیے۔

Scanned with CamScanner

## یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

# مولانا سہیل احمد ندویؒ۔ موت ایسی جس پر رشک کرنے کو جی چاہے

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے نائب ناظم، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹ چیوٹ، قاضی نورالحسن میموریل اسکول پھلواری شریف اور دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی 25؍جولائی 2023 کو کٹک سے 120 کلو میٹر دور بالوگاؤں مسجد میں ظہر کی سنت ادا کرتے ہوئے پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ میں انتقال ہوگیا، جنازہ کی ایک نماز بعد نماز عصر بالوگاؤں مسجد کے صحن میں مولانا صبغت اللہ معاون قاضی امارت شرعیہ کٹک نے پڑھائی، دوسری نماز جنازہ بعد نماز مغرب ٹوٹی پارہ، اڈیشہ میں ادا کی گئی، پٹنہ میں جنازہ کی نماز 12 بج کر 15 منٹ پر امارت شرعیہ پھلواری شریف کے احاطے 26 جولائی کو قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی قاسمی نے پڑھائی اس کے بعد جنازہ ان کے آبائی گاؤں بگہی، تھانہ دیوراج، بلاک لوریا موجودہ ضلع مغربی چمپارن لے جایا گیا، آخری نماز جنازہ کی امارت حضرت مولانا شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت نے پڑھائی، دونوں جگہ علی الترتیب مفتی وصی احمد قاسمی، مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی، حضرت نائب امیر شریعت اور قائم مقام ناظم نے بھی خطاب فرمایا، جنازہ کے بعد آبائی قبرستان میں ہزاروں افراد کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی۔ پس ماندگان میں اہلیہ دو لڑکے اور ایک لڑکی کو چھوڑا۔

مولانا سہیل احمد ندوی ابن شکیل احمد ابن وکیل احمد ابن شیخ عدالت حسین کی پیدائش بگہی گاؤں کے ایک زمین دار گھرانے میں سرکاری کاغذات کے مطابق ۵؍جون ۱۹۶۶ء کو ہوئی، ان کے پردادا شیخ عدالت حسین جالیا، مجاہد آزادی، گاندھی جی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ وغیرہ کے رفقاء میں تھے، ابتدائی تعلیم گاؤ کے مکتب سے حاصل کرنے کے بعد حفظ قرآن کے لئے جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا مغربی چمپارن میں داخل ہوئے اور وہیں سے حفظ کی تکمیل کی، 1976 میں مدرسہ اسلامیہ بتیا آگیے اور عربی وفارسی کے ابتدائی درجات کی تعلیم یہیں پائی، 1979 میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور عربی ششم کی تعلیم کے بعد قضیہ نامرضیہ کے زمانے میں وہ دارالعلوم چھوڑ کر ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے آئے اور یہیں سے 1987 میں امتیازی نمبرات سے فضیلت کی سند حاصل کی، دوران طالب علمی وہ جمعیۃ الاصلاح کے سکریٹری بھی رہے، فراغت کے بعد وہ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب (جو ان دنوں ناظم امارت شرعیہ تھے) کے حکم سے دفتر نظامت میں بیٹھ کر مبلغین حضرات کی رپورٹ کی اصلاح کر کے نقیب میں دینے کی ذمہ داری تفویض ہوئی، تین ماہ تک نقیب میں اللہ کی باتیں اور رسول کی باتیں لکھتے رہے، پھر حضرت امیر شریعت رابعؒ کی اجازت سے دفتر نظامت میں کارکن کی حیثیت سے بحال ہوئے۔ پہلے معاون ناظم، پھر نائب ناظم، اس کے بعد ٹرسٹ کے سکریٹری منتخب ہوئے، مفتی جنید صاحب کے بعد دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے ناظم بنائے گئے اور زندگی کی آخری سانس تک ان عہدوں کے تقاضے کو پورا کرتے رہے، کٹک کا سفر بھی یونیفارم سول کوڈ کے خلاف بیداری مہم کے لئے کیا تھا، راورکیلا سے وہ 25؍جولائی کو کٹک پہونچے تھے، 120 کلو میٹر دور بالوگاؤں میں انہیں ایک اجتماع کو خطاب کرنا تھا، ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا، سنت کی نیت باندھی ایک رکعت مکمل کیا اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدے میں چل بسے، دین کے کام کے لئے سفر، مسافرت کی موت اور وہ بھی سجدے میں سبحان اللہ العظیم کہتے ہوئے، مغفرت اور بخشش کے کتنے اشارے اللہ نے جمع کردئے تھے، مولانا کی ذاتی زندگی انتہائی سادہ تھی، جتنے عہدے ان کے پاس امارت شرعیہ کے تھے اس میں وہ چاہتے تو ہر جگہ چار چکہ سے جاتے، ان کے شعبہ میں گاڑیاں دستیاب بھی ہیں، لیکن انہوں نے اپنا چلن نہیں بدلا اور نہ کبھی اپنا انٹرنس بڑھانے کی کوشش کی، وہ ایک بائیک رکھے ہوئے تھے، ہر جگہ اسی سے دوڑ لگاتے، گاڑی کا استعمال شاید باید ہی کبھی کرتے، بڑے عہدے پر متمکن ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ہم عہدوں کے اعتبار سے دوسروں سے بڑے ہیں، وہ سب سے گھل کر ملتے، مزاج میں ظرافت تھی، اس لیے مجلس کو باغ و بہار بنائے رکھتے، جنازے میں امنڈنے والی بھیڑ اور تعزیتی پیغامات سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ کس قدر مقبول تھے، دفتر سے زیادہ ان کے گاؤں جا کر معلوم کہ گاؤں ہی نہیں قرب وجوار کے لوگ بھی ان سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

وہ جلد سونے اور سحر خیزی کے عادی تھے، قرآن کریم بہت اچھا پڑھتے تھے اور یاد بھی اچھا تھا، زمانہ تک امارت شرعیہ میں تراویح میں وہ قرآن سنایا کرتے تھے اور ان کے پیچھے قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور مولانا سید نظام الدین صاحب عبقری شخصیت ہوا کرتی تھی، بعد میں تلاوت کا معمول تو باقی رہا، مگر امارت کے بیت المال کے استحکام کے اسفار کی وجہ سے تراویح میں قرآن سنانے کا معمول جاتا رہا، وہ رات کے حصہ میں روزانہ بلاناگہ سورۃ یٰسین اور سورہ واقعہ پڑھا کرتے تھے، سفر میں بھی یہ معمول باقی رہتا تھا۔

میں آج سے کوئی 20؍سال قبل مدرسہ احمدیہ ابابکر پور سے حضرت امیر شریعت سادس کے حکم پر امارت شرعیہ آیا اس زمانے میں وہ معاون ناظم تھے، انہوں نے زمانہ دراز تک قاضی نورالحسن میموریل اسکول کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کیا اور ابھی بھی وہ اس عہدہ پر متمکن تھے، وہ جری، ملنسار، اور انتظامی امور کے ماہر سمجھے جاتے تھے، پلاننگ، منصوبہ بندی اور ان پر عمل درآوری کی شکلوں پر ان کی گہری نظر تھی، کئی لوگ انہیں دفتر میں ''بھیا'' کہا کرتے تھے۔ ایڈجسٹمنٹ کی غیر معمولی صلاحیت ان میں تھی، وہ ہر دور میں امراء شریعت کے معتمد رہے، دفتر کے ذمہ داران اور کارکنان ان کی صلاحیت کے قائل تھے۔

راقم الحروف سے ان کے تعلقات مخلصانہ تھے، امارت شرعیہ کے کاموں کو آگے بڑھانے میں ہم ایک دوسرے کے معاون ہوا کرتے تھے اور مشاورت سے کام آگے بڑھتا تھا، انتقال کے دن بھی ہم لوگوں نے صبح 8؍بجے دیر تک زوم (ZOOM) پر مشورہ کیا تھا، کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہوگی، اللہ مغفرت فرمائے پس ماندگان کو صبر جمیل اور امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، الوداع، الوداع، الوداع ان شاء اللہ اب قیامت میں ملاقات ہوگی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

## کتابوں کی دنیا

محمد اسعد اللہ قاسمی نالندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

# راہ عمل

حصہ سوم

مولانا رضوان احمد ندوی بن مولانا سلطان احمد (ولادت 1966ء) جمال پور در بھنگہ، سب ایڈیٹر ہفت روزہ نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے مضامین ومقالات ہفت روزہ نقیب کے علاوہ ملک کے مؤقر جرائد ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں، ان کا شمار بہترین صحافی اور اچھے قلمکاروں میں ہوتا ہے، تقریباً ۳۰؍سالوں سے ملک کے نامور اور قدیم اخبار نقیب کے مستقل کالم نویس ہیں، ''اللہ کی باتیں۔۔رسول اللہ کی باتیں'' اور دیگر مضامین کے ساتھ تقریباً چار سالوں سے ''حکایات اہل دل'' کے نام سے بھی مستقل لکھنے کی وجہ سے تحریر میں جدت اور ندرت پیدا ہوگئی ہے انہیں کسی بھی موضوع پر لکھنے کے لئے زیادہ وقت درکار نہیں ہوتا، ان کے مضامین عام فہم اور پُر اثر ہوتے ہیں، جن سے عام قاری کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، زیر مطالعہ کتاب ''راہ عمل حصہ سوم'' بھی فاضل مصنف کی تالیف ہے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہے اور زندگی میں پیش آنے والے ان اہم معاملات سے متعلق ہے جو ہماری زندگی کی معمولات کا حصہ ہیں، اس سے قبل بھی موصوف کی کئی کتابیں ''یادگار شخصیتیں، افکار ونظریات اور نقوش و تأثرات، اسلامی معاشرہ'' وغیرہ منظر عام پر آچکی ہیں، راہ عمل کتاب کے بھی دو حصے اس سے قبل شائع ہو چکے ہیں، یہ تیسرا حصہ ہے، اس کے مضامین دو حصوں پر مشتمل ہیں، پہلا حصہ درس قرآن اور دوسرا حصہ درس حدیث ہے؛ کیونکہ پوری انسانیت کی ہدایت وکامیابی کے لئے قرآن وسنت ہی وہ سرچشمہ ہے جس پر گامزن رہ کر بآسانی منزل مقصود تک پہونچا جا سکتا ہے، جس میں ذرہ برابر بھی کجی نہیں ہے، درس قرآن میں قرآن کریم کی بعض آیتوں کو سامنے رکھ کر اس کا سلیس ترجمہ اور مستند کتابوں کے حوالہ سے اس کی عمدہ تشریح اور حالات حاضرہ سے اس کا ربط وتعلق بیان کیا گیا ہے، خاص کر ان آیتوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو توحید و ایمان اور اخلاقیات ومعاملات سے متعلق ہیں، اسلام ایک فطری دین ہے جس پر عمل کرنا آسان ہے اور قرآن کریم میں جو احکامات بیان کئے گئے ہیں معمولی کوشش کے بعد انسان اس کو بآسانی اپنی زندگی میں اتار سکتا ہے، بشرطیکہ اسے لوگوں کے سامنے سہل انداز میں ان کے عقل وخرد سے قریب کر کے سمجھانے کی کوشش کی جائے، جب تک تقریر وتحریر میں انداز فہم آسان نہ ہو، آسان چیز بھی عمل میں مشکل معلوم ہوتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں بحسن وخوبی اس کا خیال رکھا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ درس حدیث ہے، درس حدیث معاملات اور روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے اہم شرعی مسائل پر مشتمل ہیں، اس درس میں بھی فاضل مصنف نے مستند احادیث جمع کر کے اس کا سلیس ترجمہ کیا ہے، پھر مسائل اخذ کر کے حالات حاضرہ اور سماج میں جو برائیاں ناسور بن رہی ہیں اس کے مطابق تشریح کی ہے، ائمہ اور خطباء کے منبر ومحراب سے خطاب کے لئے اس کتاب میں اچھا مواد اکٹھا کر دیا گیا ہے گویا دریا بکوزہ ہے، قرآن کریم کی جن آیتوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان سورتوں کا نام اور آیت نمبر اسی طرح جن احادیث کی تشریح کی گئی ہے اس کتاب کا نام اور حدیث نمبر بھی درج ہے تاکہ بوقت ضرورت اصل ماخذ سے رجوع کرنا آسان ہو، زیر نظر کتاب کے بارے میں میرا اپنا تأثر یہ ہے کہ اگر اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھا جائے تو شرعی حدود میں رہ کر آدمی آسانی کے ساتھ زندگی کی شاہراہ پر چلنے کا عادی ہوجائے گا جیسا کہ اس کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے۔

دوسواڑتالیس (248) صفحات پر مشتمل اس کتاب پر حرف اولین حاجی محمد شفیع الرحمٰن صاحب سابق لائبریرین وپروفیسر گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کی ہے اور کتاب کے اخیر میں تأثرات بطور مہر امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کے قلم سے ہے، ان جیسے بزرگوں کے تأثرات سے اس کتاب کے حسن میں مزید اضافہ ہوگیا ہے اور اس کی سند مزید مضبوط ہوگئی ہے۔

اس کتاب کا ٹائٹل دیدہ زیب ہے، ترتیب وتزئین مولانا شاہنواز عالم مظاہری اور جناب محمد اظہار صاحب کے واسطہ سے ہوئی ہے، پروف کی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، نیز کتاب کی فونٹ سیٹنگ بھی محل نظر ہے؛ حالانکہ کتاب کے کاغذ، طباعت اچھی سیٹنگ کا مطالعہ کرنے والوں پر خوشگوار اثر ہوتا ہے، بات عمدہ ہو لکھنے والے لائق و فائق ہوں؛ لیکن تحریر میں خوبصورتی اور سیٹنگ اچھی نہ ہو تو بسا اوقات اکتاہٹ ہوتی ہے، تاہم کتاب اپنے موضوع پر قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے، اس کے حصول کے لئے دو پتے ''مکتبہ تجاریہ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ 801505 اور مکتبہ قاضی نزد امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ'' کتاب پر درج ہیں مزید سہولت کے لئے مؤلف کتاب کا بھی نمبر نوٹ کرلیں 9431878184۔

Scanned with CamScanner

# حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ 604ھ میں بلخ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ مولانا روم کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق تک براہ راست پہنچتا ہے۔ مولانا روم کے پردادا حضرت حسین بلخی بہت بڑے صوفی اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ امرائے وقت ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خوارزم شاہ جیسے باجبروت حکمراں نے اپنی بیٹی کی شادی مولانا روم کے دادا سے کردی تھی۔ علم وفضل کے ساتھ اس خاندان کو دنیاوی عزت وتوقیر بھی حاصل تھی۔ مولانا جلال الدین رومی کے والد کا نام شیخ بہاء الدین تھا۔ ان کے مریدوں میں سید برہان الدین ایک نامور عالم تھے۔ اس لئے مولانا بروم کی تربیت کی ذمہ داری سید برہان الدین کے سپرد کی گئی۔

مولانا روم نے اکثر ظاہری علوم ان ہی بزرگ سے حاصل کئے۔ تقریباً اُنیس سال کی عمر میں مولانا روم اپنے والد محترم کے ساتھ قونیہ تشریف لے آئے۔ کچھ دن بعد آپ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ شفیق ومہربان باپ سے جدائی ایک بڑا جانگداز سانحہ تھا مگر اللہ نے مولانا روم کو صبر وضبط کا حوصلہ عطا فرمایا۔ آپ نے اس غم سے نجات پانے کے لئے خود کو کتابوں میں گم کردیا۔ پھر 629ھ میں جب مولانا روم کی عمر پچیس سال تھی، آپ نے مزید تحصیل علم کے لئے شام کا رخ کیا۔ یہاں آپ سات سال تک مقیم رہے اور مسلسل اپنے علم میں اضافہ کرتے رہے۔ پھر قونیہ واپس آ گئے۔ ساتھ ہی ان دنوں آپ کے استاد معظم سید برہان الدین بھی تشریف لے آئے۔ پھر مولانا روم کا امتحان لیا گیا۔ جب سید صاحب کو یقین ہوگیا کہ ان کا شاگرد ظاہری علوم کی تکمیل کر چکا ہے تو ایک دن فرمایا۔ مخدوم زادے! اب وقت آ گیا ہے کہ میں تمہارے والد کی امانت تمہیں لوٹا دوں۔ اس کے بعد سید برہان الدین نے آپ کو اپنا مرید کیا اور تقریباً نو سال تک روحانی تعلیم دیتے رہے۔ سید برہان الدین ایک دوراندیش بزرگ اور بنیادی طور پر ایک عالم وفاضل شخص تھے۔ اس لئے طویل تربیت کے بعد بھی مولانا روم کی زندگی پر عقل کا رنگ غالب رہا۔ دراصل سید صاحب یہی چاہتے تھے اور وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے تھے۔ مولانا جلال الدین رومی فطری طور پر ذہین ترین شخص تھے۔ والد محترم کی تعلیم وتربیت اور پھر سید برہان الدین کی خصوصی توجہ نے مولانا کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اب آپ کا یہ عالم تھا کہ کسی علمی تقریب میں خطاب کرنے کھڑے ہو جاتے تو لوگ پتھر کی طرح ساکت وجامد ہوتے اور مولانا کی تقریر اس طرح سنتے کہ انہیں اپنے گردوپیش کی خبر بھی نہ رہتی۔

مولانا جلال الدین رومی ظاہری تعلیم وتربیت کے تمام مراحل طے کر چکے تھے۔ آپ کی شہرت ومحبوبیت میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ عوامی حلقوں سے لے کر امرائے وقت تک آپ کا بے حد احترام کرتے تھے لیکن اس کے باوجود مولانا روم کو اپنی زندگی میں ایک خلاء سا محسوس ہوتا تھا۔ اکثر تنہائی میں آپ کے ہونٹوں سے سرد آہ نکل جاتی۔ کبھی کبھی خاص دوستوں کی محفل میں بھی آپ اپنی اس محرومی کا اظہار فرماتے۔ میں آج بھی پیاسا ہوں اور یہ پیاس نہ جانے کب تک برقرار رہے گی؟'' مولانا روم کے بے تکلف دوست اس پیاس کا مفہوم پوچھتے تو آپ بے اختیار فرماتے۔ ''میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کیسی پیاس ہے؟ بس یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میری روح تشنہ ہے۔'' دوست اس کا کیا جواب دیتے؟ وہ تو خود مولانا کے علم کے محتاج تھے۔ الغرض بہت دن تک مولانا کی یہی کیفیت رہی۔ پھر ایک دن ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے مولانا روم کی زندگی کو یکسر بدل ڈالا۔ مولانا جلال الدین رومی کا کتب خانہ نادر ونایاب تصنیفات کی موجودگی کے سبب پورے ملک میں ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ایک دن مولانا روم اسی کتب خانے میں شاگردوں کو درس دے رہے تھے اچانک ایک اجنبی شخص اجازت کے بغیر اندر چلا آیا۔ مولانا روم فطرتاً ایک متواضع انسان تھے اس لئے اجنبی کی اس طرح آمد پر ناراض تو نہیں ہوئے لیکن پھر بھی انہیں اس شخص کا آنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔ اجنبی اپنے حلیے کے اعتبار سے ایک عام سا آدمی تھا۔ پریشان حال چہرے پر وحشت کا رنگ، معمولی لباس مختصر یہ کہ اجنبی کی ظاہری شخصیت انتہائی غیر موثر تھی۔ اس لئے حاضرین میں سے کسی نے بھی اسے پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا۔ خود مولانا روم نے اس پر ایک اچٹتی ہی نظر ڈالی اور شاگردوں کو درس دینے میں مشغول ہو گئے۔ اجنبی نے آتے ہی اہل مجلس کو سلام کیا اور پھر حاضرین کی صفوں سے گزرتا ہوا مولانا روم کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ مولانا کے شاگردوں کو اجنبی کی یہ بے تکلفانہ ادا بھی سخت ناگوار گزری تھی مگر وہ استاد کے احترام میں خاموش رہے تھے۔ اگر ان کا بس چلتا تو وہ اجنبی شخص کو درس علم سے نکال دیتے یا پھر کم سے کم اسے سب سے پچھلی قطار میں بیٹھنے پر مجبور کر دیتے لیکن وہ آداب مجلس کے پیش نظر ایسا نہ کر سکے۔ پھر بھی ان کے ذہنوں میں اجنبی کے لئے ناپسندیدگی کا غبار بھر گیا تھا۔ مولانا روم کا درس جاری رہا۔ اس دوران حاضرین نے محسوس کیا کہ اجنبی شخص کو مولانا روم کے درس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بار بار قیمتی کتابوں کے ذخیرے کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس سے ضبط نہ ہوا تو وہ درس کے دوران ہی بول اٹھا۔ مولانا! یہ کیا ہے؟'' اجنبی نے نادر ونایاب کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مولانا روم کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ آپ کو اجنبی کی اس بے جامداخلت سے اذیت پہنچی تھی مگر مولانا روم نے فوراً ہی اپنے جذبات پر قابو پالیا۔ ذرا صبر کرو! میں اپنا کام مکمل کرلوں پھر تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ مولانا روم بڑے شیریں کلام تھے مگر اجنبی کی اس حرکت کے باعث آپ کے لہجے میں ہلکی سی بھی شامل ہوگئی تھی۔ اجنبی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا مگر وہ بدستور مولانا روم کے کتب خانے کا جائزہ لیتا رہا۔

آخر مولانا کا درس ختم ہوا اور آپ اُس اجنبی کی طرف متوجہ ہوئے جس کی حرکات نے حاضرین مجلس کے ذہنوں میں تکدر پیدا کر دیا تھا۔ ''آپ کون ہیں اور یہاں کس لئے تشریف لائے ہیں؟ مولانا روم اجنبی سے مخاطب ہوئے۔ مولانا! آپ میرے بارے میں دریافت نہ کریں کہ میں کون ہوں؟ اجنبی نے بڑی بے رخی سے کہا۔ بس مجھے میرے سوال کا جواب دیجئے کہ یہ کیا ہے؟ اجنبی کے اُٹھے ہوئے ہاتھ کا رخ کتابوں کی طرف تھا۔ اجنبی کا سوال مہمل تھا۔ بالآخر مولانا روم کا لہجہ تلخ ہوگیا۔'' کیا تمہاری بینائی کمزور تو نہیں۔ اجنبی نے اس بے نیازی کے ساتھ جواب دیا۔ ''میں تو بہت دور تک دیکھ سکتا ہوں۔'' پھر تمہیں نظر نہیں آتا کہ یہ کیا ہے؟ اجنبی کی بے سروپا گفتگو نے مولانا جلال الدین رومی جیسے شیریں بیان اور تحمل مزاج انسان کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ ''مجھے تو بہت کچھ نظر آرہا ہے مگر میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟ اجنبی بار بار ایک ہی سوال کو دہرائے جا رہا تھا۔ مولانا روم کو اجنبی کا لہجہ بہت ناگوار گزرا۔ آخر آپ نے تلخ لہجے میں فرمایا۔ یہ وہ ہے جسے تم نہیں جانتے۔'' مولانا کا جواب سن کر اجنبی کھڑا ہوگیا۔ پھر اُس نے کتابوں کی طرف اشارہ کیا اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔ اچھا! یہ وہ ہے جسے میں نہیں جانتا۔ ابھی فضا میں اجنبی کے الفاظ کی گونج باقی تھی کہ یکا یک کتب خانے میں آگ بھڑک اٹھی اور مولانا روم کی نادر ونایاب کتابیں جلنے لگیں۔ یہ سب کچھ اس قدر ناقابل یقین تھا کہ مولانا جلال الدین رومی دم بخود رہ گئے اور حاضرین مجلس پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اجنبی بے نیازانہ آگے بڑھا۔ مولانا روم نے پکار کر کہا۔ "اے شخص! یہ کیا ہے؟" مولانا نے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف اشارہ کیا۔ اجنبی مسکرایا۔ "مولانا! یہ وہ ہے جسے آپ نہیں جانتے۔ اتنا کہہ کر اجنبی واپس جانے لگا۔ مولانا روم کے ہونٹوں سے سرد آہ نکلی۔ "ہائے! میری نادر ونایاب کتابیں۔ اے شخص! تیری وجہ سے سب کچھ راکھ ہوگیا۔''

اجنبی جاتے جاتے رُک گیا اور پھر مڑ کر مولانا روم سے مخاطب ہوا۔ اگر یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے تو پھر میں تمہیں تمہاری کتابیں واپس کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اور پھر حاضرین نے دیکھا کہ بھڑکتے ہوئے شعلے بجھ گئے اور مولانا روم کے کتب خانے میں آگ کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس کے بعد اجنبی کچھ کہے بغیر تیزی کے ساتھ چلا گیا۔ مولانا روم پر ایک بار پھر حیرت طاری ہوگئی۔ آپ کچھ دیر تک گہرے سکوت کے عالم میں کھڑے رہے پھر آہستہ آہستہ اپنی کتابوں کی طرف بڑھے۔ مولانا کا خیال تھا کہ کچھ کتابیں مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہوں گی اور بعض کو جزوی طور پر نقصان پہنچا ہوگا۔ مگر اس وقت روم کا سب سے بڑا عالم حیرت زدہ رہ گیا جب اس نے اپنی تمام کتابوں کو صحیح وسالم پایا۔ کتب خانے میں موجود شاگرد بھی ایک ایک ورق کو بغور دیکھ رہے تھے مگر ایسا لگتا تھا کہ جیسے یہاں آگ لگنے کا واقعہ ہی پیش نہ آیا ہو۔ مولانا روم اور حاضرین مجلس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اجنبی کو تلاش کیا گیا مگر دور دور تک اس کا پتہ نہیں تھا۔ وہ پُر اسرار انداز میں آیا تھا اور اسی طرح واپس چلا گیا۔ پھر جب حیرتیں کم ہوئیں اور اہل مجلس کے حواس بحال ہوئے تو شاگردوں نے مولانا روم سے عرض کیا۔ استاد محترم! یہ سب کچھ کیا ہے؟" مولانا جلال الدین رومی نے بڑے حسرت زدہ لہجے میں فرمایا۔ یہ وہ ہے جسے میں بھی نہیں جانتا اور تم بھی نہیں جانتے۔" کچھ تذکرہ نویسوں نے اس واقعے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک دن مولانا روم حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے مطالعہ کر رہے تھے۔ اچانک ایک اجنبی شخص آیا اور مولانا کے قریب رکھی ہوئی کتابوں کے بارے میں پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ مولانا روم نے انتہائی بے رخی سے جواب دیا۔ یہ وہ ہے جسے تم نہیں جانتے۔" اجنبی نے مولانا سے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور تمام کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈال دیں۔

مولانا روم ایک اس اجنبی کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکے اور سخت طیش کے عالم میں فرمانے لگے۔ "اے جاہل شخص! تجھے خبر ہے کہ تو نے کیسی نادر ونایاب کتابیں تباہ کر ڈالیں۔ یہ وہ قیمتی نسخے تھے جو کسی شہنشاہ کو بھی میسر نہیں ہوں گے۔" اجنبی نے مولانا روم کو شدید اضطراب میں مبتلا دیکھا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر یہ بات ہے تو میں تمہاری کتابیں واپس کئے دیتا ہوں۔ اتنا کہہ کر اجنبی حوض میں اُتر گیا اور تمام کتابیں نکال کر مولانا کے حوالے کر دیں۔ مولانا روم شدید حیرت کے عالم میں اپنی قیمتی کتابوں کو دیکھنے لگے۔ کسی کتاب کا ایک ورق بھی پانی میں نہیں بھیگا تھا۔ یہ کیا ہے؟ مولانا روم نے اجنبی سے پوچھا۔ اجنبی نے ایک مخصوص قسم کے ساتھ نہایت شگفتہ لہجے میں جواب دیا۔ ''مولانا! یہ وہ ہے جسے آپ نہیں جانتے۔ اتنا کہہ کر اجنبی چلا گیا اور مولانا جلال الدین رومی حوض کے کنارے دم بخود بیٹھے رہے۔ جس اجنبی شخص کی کرامت نے مولانا روم جیسے نابغہ روزگار عالم کو حیران کر دیا تھا، وہ مشہور بزرگ حضرت شمس تبریز تھے۔ حضرت شمس تبریز کی اس ملاقات نے مولانا روم کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ یہ ایسا زبردست انقلاب تھا کہ اب مولانا جلال الدین رومی کو بس ایک ہی کام تھا کہ ہر وقت حضرت شمس تبریز کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ یہ ایک ایسی تبدیلی تھی کہ پورے شہر میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ مولانا کے ہزاروں عقیدت مند برملا کہا کرتے تھے۔ قونیہ ویران ہوگیا اور اس ویرانی کا سبب وہ فقیر ہے جس نے ہم سے ہمارا عالم چھین لیا۔ مولانا جلال الدین رومی کے بعض عقیدت مند اور شاگرد جوشِ جذبات میں حد سے گزر گئے اور وہ حضرت شمس تبریز کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے۔ کہاں آپ جیسا عالم فاضل اور کہاں وہ بے علم کوچہ گرد؟ مولانا روم سب کچھ سنتے تھے مگر آپ پر کسی طنز اور کسی طعنہ زنی کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اگر کبھی کوئی عزیز یا دوست بہت زیادہ جرح کرتا تو بس اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتے۔ ''تم کیا جانو کہ شمس تبریز کون ہیں؟'' اب ایک مخصوص کمرہ تھا، حضرت شمس تبریز تھے اور مولانا روم۔ باقی دنیا سے اب مولانا کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب مولانا روم کو گھر والوں کا بھی ہوش نہیں رہا۔ آخر مولانا روم کے اہل خانہ بھی حضرت شمس تبریز کو جادوگر کہہ کر پکارنے لگے۔

قونیہ کا ایک ایک فرد حضرت شمس تبریز کو برا بھلا کہہ رہا تھا مگر مولانا روم اسی مرد قلندر کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے تھے۔ حضرت شمس تبریز کا پورا نام محمد شمس الدین تھا۔ شہر تبریز کے حوالے سے شہرتِ دوام پائی۔ حضرت شمس تبریز 560ھ میں بمقام سبزوار (عراق) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید صلاح الدین محمد نور بخش تھا۔ حضرت شمس تبریز کا سلسلہ نسب براہِ راست حضرت امام جعفر صادق سے جاملتا ہے۔ ہوش سنبھالتے ہی حضرت شمس تبریز کو تعلیم وتربیت کے لئے ان کے چچا عبدالہادی کے سپرد کر دیا گیا۔ چچا نے بھیجے پر بہت محنت کی۔ یہاں تک کہ تفسیر، فقہ اور حدیث کے ساتھ دیگر علوم سے بھی آراستہ کر دیا۔ جب 579ھ میں سید صلاح الدین محمد نور بخش دعوت اسلام کے لئے بدخشاں کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت شمس تبریز کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی۔ بدخشاں میں ہزاروں لوگوں کو حق کی تعلیم دی۔ پھر تبت کو چک" کی طرف گئے اور سینکڑوں انسانوں کو دین اسلام میں داخل کیا۔ پھر یہاں سے باپ اور بیٹے نے کشمیر کا رخ کیا۔ اس وقت یہاں کے لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے۔ حضرت سید صلاح الدین اور حضرت شمس تبریز کی کوششوں سے ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اس علاقے کی چنگڑ قوم نے انہیں بہت پریشان کیا مگر بعد میں یہ لوگ بھی جلد ہی مطیع وفرماں بردار ہو گئے۔ 586ھ میں حضرت شمس تبریز والد محترم کے ہمراہ واپس اپنے وطن سبزوار تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت شمس تبریز کی شادی ہوگئی۔ آپ کے دو فرزند سید نصیر الدین محمد اور سید علاء الدین احمد پیدا ہوئے۔ سید علاء الدین احمد ''زندہ پیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت مولانا رومی کی شمس تبریز سے قربت بڑھتی گئی اور آخر میں علم وفضل اور کمال تقویٰ میں اپنے عہد کے علماء وفضلاء پر فائق رہے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

Scanned with CamScanner

# نظام حیات کے فطری اصول

رفعت احمد خانؒ

**کائنات میں انسان کا مقام اور مقصد حیات:** اسلام کے نظام حیات میں انسان کی سیرت کی تعمیر وتکمیل کے اصول وضوابط کو بیان کرنے سے پہلے کائنات میں انسان کا جو مقام اور اسکی زندگی کا جو مقصد ہے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کسی مقصد کی تحصیل وتکمیل کیلئے ہی انسان کوئی لائحہ عمل اختیار کرتا ہے۔ اور اس میں انسانی کردار یا اسکے ارادی افعال کی روش اسکے شعوری مقاصد سے متعین ہوتی ہے۔ اور یہی اسکے تمام جذبات وخیالات کا مرکز ومحور ہوتا ہے جسکی بنا پر وہ افعال کو پسند یا ناپسند کر کے ایک مخصوص راہ عمل اختیار کرتا ہے۔ انسان کے ظاہری وباطنی اعمال جس قدر اس مقصد کے بلاواسطہ یا بالواسطہ متعین ہونگے اسی قدر پسندیدہ اور سعادت وخیر کہے جاسکیں گے۔ اسلام کی نظر میں یہ مقصد حیات یا نصب العین رضائے الٰہی کی طلب یعنی اللہ تعالیٰ سے ایک حقیقی رابطہ ہے۔ زندگی اس مقصد کی تکمیل کا وسیلہ ہے اسلام اس زندگی کو آغاز وانجام سے ناآشنا یا ماضی ومستقبل سے غیر مربوط قرار نہیں دیتا بلکہ اس فانی ومحدود کا دامن ایک غیر فانی اور غیر محدود ذات وانجام سے بندھا ہوا ہے اور اصلی مقصود مستقبل (آخرت) کی اس خیر وابقی زندگی کی فلاح وکامیابی ہے جو انسانی فطرت کے اعلیٰ حقیقی مطالبات کی کامل آسودگی کا مظہر ہوگی۔ دنیا میں اس مقصد کو ہمیشہ زندگی کے ظاہری وباطنی اعمال میں مدنظر رکھنا چاہیے اور جیسا کہ قرآن مجید میں ہے یہی زندگی میں ہمارا نصب العین ہونا چاہیے۔ **قــــل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین** (القرآن) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری تمام عبادتیں اور میری زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کیلئے وقف ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔) زندگی ایک راہ ہے، اسکی کوئی منزل بھی ہے اسلئے جو لوگ اس راہ حیات کے عارضی سفر میں راہ ومنزل کا تصور پیش نظر نہیں رکھتے وہ لوگ ہمیشہ سرگرداں وپریشان رہتے ہیں۔ بقول رفعت:

جو ہیں نا آشنا جادہ و منزل یہاں رفعت
سفر میں زندگی کے وہ عجب مشکل میں بیٹھے ہیں
منزل مقصود سے ہٹ کر ترقی ہے زوال
کامیابی امتیاز جادہ و منزل میں ہے

جس بلند واعلیٰ مقصد کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اس سے اعلیٰ کوئی اور مقصد نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ انسان کا مقام تمام مخلوقات سے اعلیٰ ہے، وہ اشرف المخلوقات ہے۔ خالق کائنات کا ارشاد عالی ہے: **لقــد کـرمنـا بنـی آدم و حملنهم فی البر و البحر** (القرآن) (ہم نے بنی آدم کو عزت عطا کی اور ہم نے اس کو خشکی وتری میں سوار کیا۔) اور ارشاد عالی ہے کہ: **وسـخـر لـکـم ما فی السموت و الارض جمیعاو ان فی ذالک لایته لقوم یتفکرون** (القرآن) اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب کو تمھارے کام میں لگا رکھا ہے بیشک (ہستی باری تعالیٰ کی) ان میں بہت سی نشانیاں ہیں سمجھنے والوں کیلئے) کائنات کی قوتوں کو انسان کا خدمتگار بنا دیا گیا ہے اور اس کو احسن تقویم کی ساخت دے کر خلافت الٰہی کے جس شرف سے نوازا ہے اسکی فضیلت کا تصور کسی مذہب وملت میں نہیں مل سکتا، یہی نہیں بلکہ انسان کو فرشتوں پر بھی فضیلت بخشی گئی ہے اور فرشتوں کو اسکا مشاہدہ بھی کرا دیا ہے۔

انسان کو دوسرے حیوانات کے مقابلے میں عقل ونطق کی دولت سے نوازا گیا اور جسمانی قوتوں کے ساتھ روحانی فیوض کا مرکز اسکے اندر قائم فرمایا۔ **ونـفـخت فیه من روحی** (القرآن) تاکہ وہ حیوانات کی طرح محض طبعی خواہشات کا شکار بن کر نہ رہ جائے بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں اور انفسی وآفاقی قوتوں کو اپنے مقصد حیات کی تحصیل وتکمیل میں صرف کرے اور کائنات کے ذرے ذرے سے اپنے مفوضہ فرائض کی انجام دہی میں کام لے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انسان کی روح جسم اور مادے کی طرح فانی نہیں ہے اور روحانی ترقی کیلئے انسان کو جسمانی، ظاہری وباطنی اور انفسی وآفاقی تمام قوتیں عطا فرمائی گئی ہیں اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، رضائے الٰہی اسکی زندگی کا عین مقصود ہے دنیا میں روح اپنے وظائف و اعمال مادی وسائل ہی کے ذریعے انجام دیتی ہے اگر انسان حیوانات کی طرح محض جبلی تقاضوں اور طبیعی خواہشوں کا غلام بن کر رہ جائے اور آفاق کی ان قوتوں کا جو اسکی خدمت کیلئے عطا کی گئی ہیں خود خادم بن کر انکی خدمت ہی میں تمام اعلیٰ صلاحیتوں کو صرف کرتا ہے تو وہ یقیناً کائنات میں اپنے اعلیٰ مقام سے گر جائیگا اور مخدومیت اور خلافت کا سزاوار نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو انسان کی خدمت کے لیے اور خود انسان کو اپنی عبادت اور معرفت کیلئے پیدا کیا ہے اور انسان کیلئے یہی اسکا نصب العین ہے:

**ان لکم نهایة فانتهو الی نهایتکم و الی ربک المنتهی** (القرآن) بقول علامہ اقبالؒ

تو زمین کیلئے ہے نہ آسماں کیلئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

**اسلام کا نظام حیات اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے:** خالق کائنات نے انسان کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے اور اسکی فانی وباقی زندگی کیلئے ایک کامل ضابطہ حیات قرآن وحدیث کے ذریعہ عطا فرمایا ہے، یہ انسان کے محدود اور ناقص علم وفہم کا وضع کردہ نہیں ہے جسکے بنائے ہوئے نظام محدود علم وفہم کے علاوہ اسکے طبعی میلانات، ذاتی ونفسانی اغراض اور ماحول کے گوناگوں اثرات کی وجہ سے ناقص رہتے ہیں اس لیے آئے دن بدلتے رہتے ہیں اسکے اصول وضوابط کثرت رائے سے طے کئے جاتے ہیں حالانکہ عقلاً یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کثرت رائے کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے چنانچہ کثرت رائے سے اخلاقی اقدار کے خلاف ضوابط طے کئے جارہے ہیں جن میں خیر وشر اور اخلاقی نظریات کا امتیاز بھی نہیں ہے۔ بخلاف اسکے اسلام کا نظام حیات خالق کائنات کا عطا کردہ ہے جسکا علم غیر متناہی، ماضی وحال ومستقبل سب زمانوں کو محیط ہے اور جسمیں غلطی کا امکان ہو ہی نہیں سکتا۔ اس اعتبار سے اسلام کا نظام حیات ایک منفرد دستور حیات ہے اس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کیلئے انسان کے ظاہری وباطنی اور انفرادی واجتماعی ہر شعبے کیلئے مکمل ہدایت موجود ہے اسکا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرما دیا ہے۔

**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا** (القرآن) (آج میں نے تمھارے لیے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمھارے لیے پوری کر دی اور دین اسلام کو تمھارے لیے پسند کیا ہے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اب جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ مقبول نہ ہوگا۔ **ومــن یبتــغ غیــر الاسلام دینا فلن یقبل** (القرآن)

**نظام حیات کی جامعیت:** اسلام کے نظام حیات میں انسان کی فانی وباقی ظاہری وباطنی اور انفرادی واجتماعی ہر شعبے کیلئے احکام الٰہی کی ہدایات موجود ہیں۔ "اسلام کے یہ احکام دو قسم کے ہیں۔ بعض احکام انسان کے ظاہری اعمال سے متعلق ہیں (جو مشاہد (visible) ہیں) جیسے کلمہ پڑھنا، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، خدمت خلق اور معاملات وغیرہ اور بعض احکام انسان کے باطنی اعمال سے متعلق ہیں (جو غیر مشاہد (invisible) ہیں)۔ ظاہری اعمال ہوں یا باطنی اعمال جن کے کرنے کا حکم ہے انہیں اوامر کہتے ہیں اسکے خلاف وہ ظاہری وباطنی اعمال جن کے نہ کرنے کا حکم ہے انہیں نواہی کہتے ہیں۔ ظاہری نواہی جن سے شریعت نے منع کیا ہے جیسے کلمات کفر، افعال شرک، زنا، چوری، سود خوری، رشوت وغیرہ اور باطنی نواہی جن سے شریعت نے منع کیا ہے جیسے عقائد باطلہ، بے صبری، ناشکری، ریا، تکبر، عجب وغیرہ۔ جس طرح قرآن مجید میں **اقیـمو الصلوة و اتو الزکوة** (نماز قائم کرا ورزکوۃ دیا کرو) موجود ہے اسی طرح سے **یـا ایهـا الـذیـن امـنـو اصبـر و** (اے ایمان والو صبر کرو) **واشکرو** (اور اللہ تعالیٰ کا شکر کا بجالاؤ بھی موجود ہے دوسرے مقام پر تکبر، عجب، ریا اور غیبت کی برائی بھی موجود ہے اسی طرح احادیث مبارکہ کو دیکھو گے جس طرح ان میں ابواب نماز، روزہ، بیع وشراء، نکاح وطلاق کے پاؤ گے اسی طرح ابواب حسد، کبر، ریا وغیرہ بھی دیکھو گے پس جس طرح اعمال ظاہری حکم خداوندی ہیں اسی طرح اعمال باطنی بھی حکم خداوندی ہیں۔ ظاہری اعمال میں عبادات (۱)، (عام معنی میں)، معاملات (۲) اور معاشرات (۳) شامل ہیں۔'' باطنی اعمال میں عقائد (۴) اور اخلاق باطنی (۵) شامل ہیں اسلام کے یہ احکام جو پانچ قسم کے ہیں، انسان کی پوری زندگی کو محیط ہیں۔ ان پانچوں اجزاء کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف ''آداب المعاشرت'' میں فرماتے ہیں۔

اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے تو صرف دو جز کو داخل دین سمجھا یعنی عقائد اور عبادات کو اور علماء ظاہر نے تیسرے جز کو بھی دین میں شامل کیا یعنی معاملات کو اور مشائخ نے چوتھے جز کو بھی دین قرار دیا یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو لیکن ایک پانچواں جز کہ وہ آداب معاشرت ہے قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزاء کی تو کم وبیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم وتلقین بھی ہے لیکن اس جز کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا اس لئے علماً وعملاً یہ جز بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا ہے اور میرے نزدیک باہمی الفت واتفاق میں (جسکی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلاء بھی بہت چیخ وپکار کر رہے ہیں) جو کمی ہے اس کا بڑا سبب یہ سوء معاشرت بھی ہے کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدر وانقباض ہوتا ہے اور وہ رافع ومانع ہے الفت باہم دیگر کا۔ بعض وجوہ سے آداب معاشرت عبادات سے بھی زیادہ ضروری ہیں عبادات کے خلل سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے خلل سے دوسروں کا اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے ضرر سے کیونکہ یہ حقوق العباد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔''

کتاب آداب المعاشرت میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں معاشرت کے آداب، مثلاً سلام، کلام، طعام، منام، استیذان، مہمانی ومیزبانی، نشست وبرخاست، رہنے سہنے، لباس وآداب مجلس وغیرہ بیان فرمائے ہیں اور دوسری جگہ اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ ''دراصل انسانیت و آدمیت نام ہی حسن معاشرت کا ہے جسمیں اپنے سے دوسروں کو اذیت نہ پہنچے۔ حسن معاشرت دراصل راحت رسانی ہی کا نام ہے'' اور فرمایا کہ بھائی میں تو اپنی مجلس کو آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں۔ کہا کرتا ہوں کہ شاہ بننا آسان، قطب بننا آسان، مگر انسان بننا مشکل۔ حالانکہ مطلوبیت میں بزرگی سے مقدم آدمیت ہے اسلئے میرے یہاں اس آدمیت کی تعلیم پہلے اور بزرگی کی بعد میں ہوتی ہے اگر انسان، انسان بن گئے یعنی کسی کو تمھاری ذات سے اذیت نہ ہو اور سب معاملات درست ہوں تو تم درویش اور ولی ہو یہ عام تعلقات اصلاح نفس اور انسانیت کی کسوٹی ہیں انسان انسان ہے تو سب کچھ ہے اور انسان کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم ہو جائے۔ یہی شرط ہے سب نیکیوں کی دراصل حقوق العباد ادا کرنا، اور دو وظائف سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے کیونکہ انکے ترک پر مواخذہ ہے اور ترک وظائف پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اسلام میں بزرگی دنیا سے فرار یا رہبانیت کا نام نہیں ہے بلکہ عالم انسانیت میں خالق کائنات کے احکام کے مطابق زندگی کے حقوق وفرائض ادا کرنے کا نام ہے۔

**نظام حیات کی کاملیت:** جامعیت کیساتھ اسلامی نظام کے سب احکام جس جس شعبے سے متعلق ہیں اسکے لئے بھی جو ہدایات دی گئی ہیں وہ مکمل ہیں جن کی تفصیلات قرآن وحدیث اور فقہ کی کتب میں مذکور ہیں۔

**نظام کے اجزاء کی وحدت:** اسلام انسان کی زندگی کے ظاہری وباطنی اور انفرادی واجتماعی سب شعبوں کے لئے ایک جامع اور کامل نظام حیات ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ظاہری شعبوں کا تعلق عبادات، معاملات اور معاشرات سے ہے اور باطنی شعبوں کا تعلق اعتقادات اور اخلاقیات سے ہے۔ ان پانچ شعبوں کے اعمال انسانی جسم کی طرح اعضائی وحدت (Organic Whole) ہیں اسلئے اسکے بعض اعضاء پر عمل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنی زندگی کے متعلقہ سب شعبوں پر عمل کرنا ضروری ہے خواہ وظاہری اعمال ہوں یا باطنی اور سب گناہوں (ظاہری وباطنی) کو چھوڑنا ضروری ہے۔ گناہوں کو چھوڑنے کیلئے یہ یقین پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ بقول رفعت:

تصور میں ہمیشہ اپنے یہ سمجھو
خدا ہم کو ہمیشہ دیکھتا ہے
یقیں اس کا اگر ہو جائے رفعت
تو سیرت کے لئے یہ کیمیا ہے

جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے **ادخلو فی السلم کافة** یعنی (پورے اسلام پر عمل کرو) اور **و ذرو ظاهر الالـم وبـاطنة** یعنی ظاہری وباطنی سب گناہوں کو چھوڑ دو) بس اپنی زندگی کو اس آیت قرآنی کا مصداق بنانا چاہیے۔ **ان صـلوتی و نسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین** (القرآن) (میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کیلئے وقف ہے)

Scanned with CamScanner

# نئی نسل میں محرومی کا احساس ملک کے لیے نقصان دہ

عبدالغفار صدیقی

پوری کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے۔اسی لیے اس میں توازن ہے۔جہاں کہیں انسان نے فطرت سے چھیڑ چھاڑ کر کے ندیوں، دریاؤں کا رخ موڑ دیا ہے یا پہاڑوں کو دھماکوں سے اڑا کر وہاں غیر فطری طور پر بستیاں بسالی ہیں، وہیں یہ نظام فطرت عدم توازن کا شکار ہوا ہے۔اس کے باجود اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت چونکہ اس کے غضب پر حاوی ہے اس لیے کائنات کے نظام قدرت میں بڑی حد تک امن وسکون ہے۔سورج وقت پر نکل رہا ہے،موسم اپنے وقت پر کروٹ لے رہے ہیں،دن کے بعد رات آرہی ہے،وغیرہ وغیرہ۔اس کا مطلب ہے کہ امن وسکون عدل اور توازن سے وابستہ ہے۔جب کسی سماج میں عدل متاثر ہوتا ہے تو بے چینی اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔روز ازل سے قوموں کے عروج وزوال اور اقتدار کا آنا جانا اسی اصول سے وابستہ ہے۔جب جب کسی نے بے اعتدالی کی،ظلم میں اضافہ ہوا ہے تب تب اللہ تعالیٰ نے خود اس کا تختہ پلٹ دیا ہے۔مگر انسان تاریخ سے سبق نہیں لیتا۔اس کو ذرا سی قوت ملتی ہے تو پھولے نہیں سماتا اور ظلم پر اتر آتا ہے۔اس وقت بھی ساری دنیا میں جہاں جہاں بدامنی اور بے چینی ہے، بیشتر مقامات پر حکمرانوں کی تانا شاہی اور ظلم وزیادتی کے سبب ہے۔ظاہر ہے ہمارا ملک بھی اس سے اچھوتا نہیں ہے۔

گزشتہ دنوں ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی۔جس میں کاونریاتری ایک کار میں بیٹھے ہوئے شخص کو بری طرح زدوکوب کررہے ہیں۔اس شخص کے چہرے پر ہلکی داڑھی ہے اور اس نے ٹوپی لگا رکھی ہے۔اس پر الزام ہے کہ اس کی کار سے ایک کاونڑ کو زک پہنچی ہے۔میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ کار چلاتے وقت ایسا ضرور ہوا ہوگا۔لیکن کیا اس کا ردعمل یہ ہے کہ ہم کار کو توڑ پھوڑ دیں اور انسان پر لاٹھی ڈنڈے برسائیں۔کیا یہی خدا کے راستے میں نکلنے اور گنگا کے درشن کرنے کا پیغام ہے۔ایک خبر یہ بھی ہے کہ کار میں بیٹھا ہوا شخص بی جے پی کا ہی لیڈر تھا۔لیکن کاونڑیوں نے اس کی ٹوپی اور اس کے ساتھ بیٹھی برقع پوش خاتون سے یہ سمجھ لیا کہ یہ مسلمان ہے۔تمام سرکاری اعلانات کے باوجود ڈی جے بج رہے ہیں،ایک ویڈیو آئی جس میں تین کروڑ روپے کا ڈی جے ہے،جو بجتا ہے تو کئی کلومیٹر تک زمین ہلنے لگتی ہے۔شراب پی کر ہڑدنگ مچایا جارہا ہے،راستے بند کردئے گئے ہیں،عام انسانوں کو سفر کرنے میں دشواریاں ہورہی ہیں،اگر راہ خدا میں نکلنے والے زائرین سے بھی انسانوں کو تکلیف پہنچے اور لوگ خوف کھانے لگیں تو پھر کس سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ کاونڑیوں کی ان غیر قانونی سرگرمیوں کے بعد بھی ان پر پھولوں کی بارش کی جارہی ہے۔پورے کاونڑ کے دوران گوشت کی دکانیں بند کرادی گئی ہیں۔اس حد تک تو عقل تسلیم کرلیتی کہ ان راستوں کی دکانیں بند کرادی جائیں جہاں سے یاتری گزر رہے ہوں،لیکن گلی کوچوں کی دکانیں بھی بند کرادینا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا ہمارا یہ عمل ملک کی معیشت کو کمزور نہیں کرتا، پھر یہ صرف ان ہی ریاستوں میں کیوں ہے جہاں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومتیں ہیں اگر معاملہ دین ومذہب سے جڑا ہے تو پورے بھارت میں ایسا ہونا چاہئے۔

ایک عرصہ سے ایک ہی مذہب کے لوگ ماب لنچنگ کا نشانہ بن رہے ہیں۔کہیں گائے کو لے کر مار دیا جاتا ہے؟ کسی کے ہاتھ میں گوشت نظر آجائے تو اس پر بلاتحقیق ہی مقدمات قائم کردیے جاتے ہیں۔کہیں زبردستی جے شری رام کے نعرے لگوائے جاتے ہیں۔کہیں راستے میں نماز پڑھنے والوں پر مقدمات قائم ہوجاتے ہیں۔کہیں باحجاب لڑکیوں کو کالج سے نکال دیا جاتا ہے۔کہیں لو جہاد کے نام پر جیلوں میں ٹھونس دیا دیا جاتا ہے،لیکن معاملہ برعکس ہو یعنی کوئی مسلمان لڑکی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ بھاگ کر شادی کرلیتی ہے تو اس کے سپورٹ میں بعض تنظیمیں کھڑی ہوجاتی ہیں،اسے لو جہاد کا نام نہیں دیا جاتا علی الاعلان مسلمانوں کو قتل کرنے اور ان کی لڑکیوں سے شادی کرنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں اور حکومت ان کی پشت پناہی کرتی نظر آتی ہے۔تمام سرکاری اسکیمیں جو اقلیتوں سے تعلق رکھتی ہیں ان کو یا تو بند کردیا گیا ہے یا پھر ان کے فنڈ میں کمی کردی گئی ہے،اس پر بھی بجٹ کی مختص رقم جاری نہیں کی جاتی۔مسلمانوں کا سروے ہوتا ہے،ان کی پسماندگی کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔لیکن ان کی ترقی کا کوئی منصوبہ بنانے کے بجائے ان کو مزید تاریکی اور پسماندگی کے غار میں دھکیل دیا جاتا ہے۔آخر یہی سب کا ساتھ اور سب کا وکاس ہے۔

یکساں سول کوڈ کے نام پر بھی صرف مسلمانوں کو ٹارگیٹ کیا جارہا ہے،گزشتہ دنوں ہمارے وزیر داخلہ نے کچھ قبائلی تنظیموں اور عیسائی ذمہ داروں سے ملاقات کے بعد یہ عندیہ دیا تھا کہ عیسائیوں اور قبائیلیوں کو اس سے الگ رکھا جاسکتا ہے۔تعجب ہے کہ جن قوموں کا کوئی رول بھارت کی آزادی میں نہیں ہے،نہ ملک کی تعمیر میں کوئی قابل ذکر کنٹری بیوشن ہے ان کے ساتھ تو نرمی واپنائیت کا مظاہرہ کیا جارہا ہے،اور وہ قوم جو یہاں کی سب سے بڑی اقلیت ہے،جس کی قربانیاں تاریخ کے ہر صفحہ پر ہیں،جس نے ایک پیسہ بھی ملک سے باہر نہیں بھیجا ہے،اس کو نشانہ تضحیک وتعذیب بنایا جارہا ہے۔یہ کھلی ہوئی ناانصافی آج کی نسل دیکھ رہی ہے۔

اس وقت بھارت کا مسلمان خود کو ٹھگا ہوا محسوس کررہا ہے۔بھارت کی تعمیر میں مسلمانوں کی قربانیاں دوسری اقوام سے کہیں زیادہ ہیں۔ان مسلم حکمرانوں کو جنھوں نے اپنی زندگیاں ملک کی توسیع وترقی میں لگادیں اور یہیں دفن ہوگئے، ان کو مطعون کیا جارہا ہے۔ان کی نشانیوں کو ختم کیا جارہا ہے۔ان کی تاریخ کو نصاب سے ہٹایا جارہا ہے۔جب کہ آج بھی ان کی تعمیرات سے کروڑوں روپے کمائے جارہے ہیں۔کیا یہی انصاف ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زہر اس قدر پھیلایا جارہا ہے کہ بھائی چارہ کم ہوتا جارہا ہے۔اب پرتاپ سنگھ بھی اگر ٹوپی لگالے تو اس کے لیے جان بچانا مشکل ہورہا ہے۔کیا کسی ملک کی ترقی اس صورت حال میں ممکن ہے؟ آپ او آئی سی کے سکریٹری جنرل کو بلاکر بیرونی دنیا کو مطمئن کرسکتے ہیں،آپ عرب ممالک کی مساجد کا دورہ کرکے دنیا کو بے وقوف بناسکتے ہیں،لیکن ملک کی مساجد پر سوال کھڑے کرکے عوام کو کس طرح مطمئن کریں گے؟ ملک کی عوام تو براہ راست آپ کو دیکھ رہی ہے۔

حکومت کا کام سماج میں عدل وانصاف کا قیام ہے۔ماضی کے حکمرانوں کا حساب موجودہ عوام سے لینا ظلم کی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔اس ملک کے مسلمانوں کا کوئی نسلی اور نسبی تعلق ماضی کے مسلم حکمرانوں سے نہیں ہے۔ان کے کسی عمل کے لیے نہ وہ ذمہ دار ہیں نہ جواب دہ۔پھر وقفہ وقفہ سے ان کے نام پر انھیں کیوں ستایا جارہا ہے؟ اگر کوئی شخص بھارت کے کسی سابق حکمران کی قبر پر فاتحہ پڑھنے بھی چلا جائے تو میڈیا اس پر سوالوں کی بوچھار کردیتی ہے،کیا دستور میں موجود مذہبی آزادی اسی کا نام ہے؟ موجودہ حکومتیں عوام کی منتخب حکومتیں ہیں،ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں،ملک کی سالمیت، ایکتا اور اکھنڈتا کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ہر شہری کے جان و مال کا تحفظ بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔اچھی غذا،تعلیم،روزگار کے مواقع اور احترام ہر شہری کا بنیادی حق ہے جو اسے ہر حال میں ملنا چاہئے۔مذہبی آزادی دستور کا حصہ ہے،لیکن یہ آزادی کسی کو نہیں ہے کہ وہ زبردستی اپنے مذہبی نظریات کو کسی پر تھوپنے کی کوشش کرے۔مسلمان بحیثیت مجموعی امن پسند ہیں۔ان کا دین کسی کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا،وہ دوسروں کے جذبات اور مذہبی شعائر کا احترام کرتے ہیں،اس کے باوجود ان کے ساتھ مستقل عداوت کا رشتہ رکھنا،ان کے شعائر کا مذاق اڑانا،ان کے ذرائع معاش کو مٹانے کی سازشیں کرنا،ان کے ساتھ تعصب اور ناانصافی کرنا چاہے وہ حکومت کی سطح پر ہو اکثریت کی طرف سے ہو،ظلم ہے۔اگرچہ گزشتہ نو سال کے عرصہ میں ملک میں کوئی بھیانک فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا،جیسا کہ ماضی میں ہوتا رہا ہے،لیکن اکثریت کے ذریعہ انفرادی طور پر ایک طبقہ کو جس طرح زدوکوب کیا جارہا ہے اور مسلم خواتین کو آزادی دینے کے نام پر جس طرح کی قانون سازی کی جارہی ہے نیز مسلمانوں کے ساتھ جس قسم کا نفرت آمیز رویہ اختیار کیا جارہا ہے اس کے نقصانات بھی کسی بڑے فساد سے کم نہیں ہیں۔آج کی نئی نسل تک سوشل میڈیا کے ذریعہ سب کچھ پہنچ رہا ہے،جس سے اس کے اندر عدم تحفظ کا احساس پیدا ہورہا ہے۔نوجوان ملک کا قیمتی اثاثہ ہیں،ان کے اندر احساس محرومی یا غیریت کا احساس خود ملک کا بڑا نقصان ہے۔

## تعزیتی کلام

بروفات مولانا سہیل احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

سہیل احمدؒ کی رحلت پر زمین و آسماں روئے
ہے ایسا حادثہ سن کر جسے کوہِ گراں روئے

گلستانِ امارت کے وہ ان پھولوں میں شامل تھے
کہ جن کے ٹوٹ کر گرنے پہ ان کے باغباں روئے

امارت کے در و دیوار سے آہیں نکلتی ہیں
غموں کے ابر ہیں ہر سو، یہاں سارا سماں روئے

نئی نسلوں کے مستقبل کی ان کو فکر رہتی تھی
بزرگوں کی نہ پوچھو ان پہ بچے اور جواں روئے

علومِ دین و دنیا کی اشاعت پر ہوئے قرباں
گئے دنیا سے تو بے حد تڑپ کر علم داں روئے

کسی کی موت پر اکثر ہیں روتے اہلِ خانہ بس
مگر ان کی سعادت دیکھیے اہلِ جہاں روئے

انہیں سجدے کی حالت میں خدا نے پاس بلوایا
تو ایسی موت پر حیدرؔ نہ کیوں رشکِ کناں روئے

اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری
خادم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

Scanned with CamScanner

# اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

## بیرون ممالک کے عمرہ زائرین کیلئے انشورنس پالیسی حاصل کرنا ضروری

سعودی وزارت حج وعمرہ نے کہا ہے کہ بیرون ممالک سے آنے والے عمرہ زائرین کے لیے انشورنس پالیسی حاصل کرنا ضروری ہے۔سعودی وزارت حج وعمرہ کے مطابق عمرہ ویزے میں انشورنس کی فیس شامل ہے،عمرہ انشورنس پالیسی میں ہنگامی صحت مسائل،کووڈ-19، عام حادثات،موت،اور فضائی سفر میں تاخیر یا منسوخی سے پیدا ہونے والے مسائل کور کیے گئے ہیں۔پالیسی کے ذریعے سے ایک لاکھ ریال تک کا نقصان پورا کیا جائے گا۔وزارت کا کہنا ہے کہ انشورنس پالیسی کے 13 فوائد ہیں ان میں اسپتال میں علاج، ہنگامی زچگی، ٹریفک حادثات، ہنگامی ڈائیلائسز اور اندرون وبیرون ملک فضائی ایمبولینس کی سہولت حاصل ہوگی۔(ایجنسی)

## اکتیس جولائی کو قرآن کریم کی بے حرمتی پر او آئی سی کا اجلاس

اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کے وزرائے خارجہ کا اگلا اجلاس 31 جولائی کو منعقد ہوگا، جس میں سویڈن اور ڈنمارک میں قرآن کی بے حرمتی پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ایران کی وزارت خارجہ کے ترجمان ناصر کنعانی نے بدھ کو یہ اطلاع دی۔اس سے قبل عراق نے اس ہفتے کے اوائل میں یورپ میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات پر تبادلہ خیال کرنے کے لئے بغداد میں وزرائے خارجہ کی ایک ہنگامی میٹنگ منعقد کرنے کے لئے او آئی سی کو مدعو کیا تھا۔ایران کی اسلامی جمہوریہ خبر رساں ایجنسی نے کنعانی کے حوالے سے کہا: ’’ایران اور عراق کے وزرائے خارجہ کی مشترکہ تجویز کے بعد اور اسلامی ممالک میں اپنے ہم منصبوں کے ساتھ (ایرانی وزیر خارجہ) حسین امیر عبداللہیان سے رابطہ اور انہیں پیغام بھیجنے کے بعد اور اسلامی تعاون تنظیم کے سکریٹری جنرل کے ساتھ بات چیت ہوئی۔اس کے بعد 31 جولائی کو وزرائے خارجہ کا غیر معمولی اجلاس منعقد کرنے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ اجلاس میں سویڈن اور ڈنمارک میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے معاملے پر بات کی جائے گی اور اس پر جانچ کی مانگ کی جائے گی۔(ایجنسی)

## اس برس تیونس کے ساحل پر 900 تارکین وطن ڈوب کر ہلاک ہوئے ہیں

تیونس کے وزیر داخلہ کامل فقی کے بیان کے مطابق تیونس کے کوسٹ گارڈز اس برس کے آغاز سے اب تک اپنے ساحل پر ڈوب کر ہلاک ہونے والے تارکین وطن کی 901 لاشیں نکال چکے ہیں۔غیر قانونی تارکین وطن اور سیاسی پناہ کی تلاش میں یورپ جانے والوں کے لیے یہ ایک بڑا داخلی دروازہ ہے۔اس شمال افریقی ملک کو تارکین وطن کی بڑی تعداد کی آمد کا سامنا رہا ہے، جو غربت سے بچنے کے لیے یہاں سے یورپ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔نیشنل گارڈ کے ترجمان حسیم الدین جبالی کا کہنا ہے کہ متعدد کارروائیوں میں 34 ہزار سے زائد افراد کو بچایا بھی گیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ تارکین وطن کو لے جانے والی ایسی بیشتر کشتیاں تیونس کے جنوبی شہر اسفیکس سے روانہ ہوتی ہیں اور اس کا مقصد کسی بھی طرح یورپ تک پہنچنا ہوتا ہے۔اس سے قبل اطالوی حکومت نے کہا تھا کہ اس برس 80,000 سے زیادہ ایسے پناہ کے متلاشی تارکین وطن بحیرہ روم کو عبور کر کے اس کے ساحل پر پہنچے ہیں۔ان میں سے بیشتر کا تعلق تیونس اور لیبیا سے ہے۔

تقریباً سوا کروڑ کی آبادی والے ملک تیونس میں اس کی وجہ سے نسلی کشیدگی اور تشدد بھڑک اٹھا ہے، کیونکہ اب یہ مہاجرین کے راستوں کا ایک اہم مرکز بنتا جا رہا ہے۔یہ شمال افریقی ملک پہلے سے ہی ایک گہرے معاشی بحران سے نبرد آزما ہے، جہاں مہنگائی اور ریکارڈ بے روزگاری تیونس کے باشندوں کو ملک سے فرار ہونے پر مجبور کر رہی ہے۔آئی او ایم کے مطابق تارکین وطن کے لیے وسطی بحیرہ روم دنیا کا سب سے مہلک راستہ بن چکا ہے، جون 2014 سے اب تک 20,000 سے بھی زیادہ جانیں لے چکا ہے۔اے ایف پی، روئٹرز)

## نائجر؛حکومت کا تختہ الٹنے والے جنرل نے خود کو ملک کا سربراہ قرار دے دیا

مغربی افریقہ کے ملک نائجر میں منتخب حکومت کا تختہ الٹنے والے جنرل عبدالرحمان چیانی نے خود کو عبوری حکومت کا سربراہ قرار دے دیا۔دو روز قبل نائجر کے صدارتی گارڈز، جس کے سربراہ جنرل عبدالرحمان چیانی ہیں، نے بغاوت کرتے ہوئے منتخب صدر محمد بازوم کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔جنرل عبدالرحمان چیانی نے جمعہ کے روز سرکاری ٹیلی ویژن پر خطاب کرتے ہوئے خود کو سربراہ مملکت قرار دیا اور کہا کہ اب وہ نیشنل کونسل فار دی سیف گارڈ آف دی ہوم لینڈ کے صدر ہیں۔62 سالہ جنرل نے اپنے خطاب میں کہا کہ ملک بتدریج تباہی کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس تباہی کا راستہ روکنے کے لیے حکومت کا تختہ الٹنا ضروری تھا۔اپنے خطاب میں جنرل عبدالرحمان چیانی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کب ملک میں انتخابات ہوں گے اور اقتدار سویلین لیڈر شپ کو منتقل کیا جائے گا۔فوجی بغاوت کے بعد سے نائجر میں آئین معطل ہے، سرحدیں بند کر دی گئی ہیں، ملک بھر میں کرفیو نافذ ہے اور تمام سرکاری ادارے بھی بند کر دیے گئے ہیں۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

## قطر میں طالبان اور امریکی رہنماؤں کی اہم ملاقات طے

امریکہ نے کہا ہے کہ اس کے دو اعلیٰ عہدیدار قطر میں طالبان رہنماؤں سے ملاقات کریں گے اور انسانی حقوق بالخصوص خواتین کے لیے تعلیم اور ملازمتوں کے مواقعوں سمیت معیشت پر بات کریں گے۔عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق امریکی وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ طالبان رہنماؤں سے دوحہ میں ملاقات کے لیے امریکا سے افغانستان کے لیے ایلچی تھامس ویسٹ اور افغانستان میں خواتین وانسانی حقوق کی خصوصی ایلچی رینا امیری جلد ہی قطر جائیں گے۔مریکی محکمہ خارجہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ اس ملاقات میں طالبان وفد میں اہم حکومتی رہنما اور افغان وزارتوں کے ٹیکنوکریٹک ماہرین امریکی عہدیداروں سے خطے میں امن وامان، سلامتی، خواتین کے حقوق اور معیشت پر تبادلہ خیال کریں گے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

# تعلیم و روزگار

## جامعہ ملیہ اسلامیہ میں میڈیکل کالج کے قیام کو منظوری، داخلہ اگلے سال سے شروع

جامعہ ملیہ اسلامیہ (JMI) کی وائس چانسلر نجمہ اختر نے کہا ہے کہ یونیورسٹی میں میڈیکل کالج کے قیام کی منظوری کے بعد کم از کم 150 نشستوں کی گنجائش والے میڈیکل کالج کے قیام پر کام شروع ہو چکا ہے اور اگلے سال داخلے شروع ہو جائیں گے۔پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اختر نے کہا کہ میڈیکل کالج کے منصوبوں کے حوالے سے ایک تجویز تیار کی جا رہی ہے اور یونیورسٹی فنڈنگ کے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ماڈل پر غور کر رہی ہے۔اختر نے کہا کہ ہم نے حکومت سے منظوری مانگی ہے۔فی الحال حکومت نے ہم سے کسی رقم کا وعدہ نہیں کیا۔ لیکن ہم پرامید ہیں اور ہم پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے ساتھ شروع کر سکتے ہیں، جس میں ہم نجی اداروں سے فنڈ حاصل کریں گے۔اختر نے کہا، ’’یہ حکومت ہماری یونیورسٹی کے بارے میں نرم رویہ رکھتی ہے اور اس نے ہمیں ایک میڈیکل کالج کھولنے کا موقع دیا ہے کیونکہ ہمارے ملک میں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔‘‘

ہسپتال کی تعمیر کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اختر نے کہا کہ یونیورسٹی نے اس کے لیے 5 ایکڑ کا پلاٹ مختص کیا ہے اور کیمپس میں کالج کے لیے ہیلتھ سائنسز کے بینر تلے ایک کثیر المنزلہ عمارت تعمیر کی جا رہی ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ داخلہ NEET کے ذریعے کیا جائے گا اور یہ عمل اگلے تعلیمی سال سے شروع ہونے کا امکان ہے۔’’سیٹوں کی تعداد کے بارے میں پوچھے جانے پر وی سی نے کہا کہ کم از کم 150 سیٹیں ہوں گی۔

واضح ہو کہ گزشتہ ہفتے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی صد سالہ تقریب اور اجلاس تقسیم اسناد کے موقع پر جامعہ کی وائس چانسلر پروفیسر نجمہ اختر نے اعلان کیا تھا کہ مرکزی حکومت نے جامعہ میں میڈیکل کالج شروع کرنے کی اجازت دے دی ہے۔وائس چانسلر کے ذریعہ کئے گئے اس اعلان کے دوران نائب صدر اور مرکزی وزیر تعلیم دھرمیندر پردھان ڈائس پر موجود تھے۔یونیورسٹی کا کہنا ہے کہ یہ میڈیکل کالج نہ صرف جنوبی دہلی میں رہنے والے لوگوں کے لیے بہت اہم ہے بلکہ یوپی اور ہریانہ کے قریبی شہروں میں رہنے والے لوگوں کے لیے بھی بہت مفید ثابت ہوگا۔جدوجہد آزادی اور عدم تعاون کی تحریک سے جنم لینے والا ادارہ جامعہ ملیہ اسلامیہ اپنے قیام کے 102 سال مکمل کر چکا ہے کامن یونیورسٹی انٹری ٹیسٹ (CUET) کے بارے میں بات کرتے ہوئے VC نے کہا کہ 20 انڈر گریجویٹ کورسز ہیں جن میں CUET کے ذریعے داخلہ لیا جا رہا ہے۔اختر نے کہا، ’’یونیورسٹی اگلے تعلیمی سال میں CUET کے ذریعے پیش کیے جانے والے کورسز کی تعداد بڑھانے کا فیصلہ کرے گی۔‘‘(بحوالہ نیوز-18)

## اے ایم یو کورٹ میں لوک سبھا سے 6 سیٹوں کے انتخاب میں مسلم ممبران پارلیمنٹ کی بے حسی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ میں لوک سبھا سے چھ سیٹوں کے انتخاب میں مسلم ممبران پارلیمنٹ اور سیکولر پارٹیوں کے سیاسی رہنماؤں کی شرمناک تصویر سامنے آئی ہے۔دراصل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے لیے اراکین پارلیمنٹ کو نامزدگی کرانی تھی، لیکن مسلم ممبر آف پارلیمنٹ کے طور پر صرف کنور دانش علی نے ہی نامزدگی کرائی، کنور دانش علی بہوجن سماج پارٹی کے ممبر اف پارلیمنٹ ہیں اور اتر پردیش کے امروہہ سے لوک سبھا میں منتخب ہوئے ہیں۔دوسرے نہ کسی مسلم ممبر آف پارلیمنٹ اور نہ غیر مسلم سیکولر پارٹی کے ایم پی نے نامزدگی کرائی، نامزدگی کرانے والے دوسرے ممبران پارلیمنٹ میں سبھی بی جے پی سے ہیں؛ جن میں راجندر اگروال، ستیش کمار گوتم، مہیش شرما، بھولا سنگھ، راجویر سنگھ عرف راجو بھیا کے نام شامل ہیں۔28 جولائی جمعہ کے دن اپنا نام واپس لینے کی آخری تاریخ تھی، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ صرف چھ اراکن پارلیمنٹ کی نامزدگی ہوئی۔لوک سبھا کے بعد راجیہ سبھا سے بھی اراکین کا انتخاب ہوگا۔آل انڈیا مسلم مجلس سے مشاورت کے سابق صدر نوید حامد نے اس پورے معاملے پر سیکولر پارٹیوں اور مسلم اراکین پارلیمنٹ پر شدید تنقید کرتے ہوئے ٹویٹ کیا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کے تئیں لوک سبھا میں مسلم نمائندوں و سیکولر پارٹیوں کی بے حسی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ کنور دانش علی کو چھوڑ کر 6 سیٹوں کے انتخاب کیلئے نامزدگی داخل کرنا کسی نے اہم نہیں سمجھا اور بی جے پی کو موقع دے دیا کہ اپنے 5 ممبران کے انتخاب کو یقینی بنالے۔غور طلب ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی انتظامیہ کے حوالے سے اے ایم یو کورٹ ایک اہم ترین ادارہ ہے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اہم تبدیلیوں اور پالیسی سازی میں اس ادارے کا اہم کردار ہوتا ہے۔یہی ادارہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ایگزیکیٹو کا انتخاب کرتا ہے۔اور نئے وائس چانسلر کے انتخاب کے لیے جو پینل بنایا جاتا ہے، وزیٹر کو پینل کے لیے نام بھی اسی ادارے کی صلاح پر پیش کیے جاتے ہیں۔


### امارت پبلک اسکول امارت شرعیہ کے لیے

### ضرورت اساتذہ کرام (برائے عربی زبان)

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے ذریعہ چلائے جا رہے اسکولوں میں عربی زبان پڑھانے کے لیے مستند اداروں سے سند یافتہ عالم کی ضرورت ہے جو عربی زبان پڑھانے پر دسترس رکھتے ہوں اور امارت شرعیہ کی فکر اور مزاج سے ہم آہنگ ہوں۔خواہش مند امیدوار اپنا بایوڈاٹا اور اسناد کی فوٹو کاپی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر ارسال کر دیں۔اور ساتھ ہی ای میل کے ذریعہ بھی مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر بھیج دیں۔ساتھ ہی حضرت امیر شریعت کے نام ایک درخواست بھی منسلک کر دیں۔انٹرویو کی تاریخ سے آپ کو بذریعہ فون مطلع کر دیا جائے گا۔مزید معلومات کے لیے فون نمبر 9472077527 پر رابطہ کریں۔

**ڈاک کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار-801505**

**ای میل آئی ڈی: nazimimaratshariah@gmail.com**


Scanned with CamScanner

## ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

# امارت شرعیہ سے ماہانہ وظیفہ پانے والے محتاجان و بیوگان ۲۰ر محرم ۱۴۴۵ھ تک تجدید کے لیے درخواست جمع کریں

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں اعلان کیا ہے کہ امارت شرعیہ سے جن بیواؤں اور محتاجوں کو ماہانہ وظیفہ ملتا ہے، اگر ان کی ضرورت باقی ہے اور وہ آئندہ اپنا وظیفہ جاری رکھوانا چاہتے ہیں تو تجدید کا فارم بھر کر اپنے آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کی کاپی کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر ۲۰ر محرم الحرام ۱۴۴۵ھ (۸ر اگست ۲۰۲۳ء) تک موصول کرا دیں، وظیفہ فارم میں موجود بھی خانوں کو صاف صاف بھریں اگر خود سے نہ بھر سکیں تو کسی جانکار سے بھر والیں، خاص طور سے اکاؤنٹ کی تفصیلات (اکاؤنٹ میں موجود نام، اکاؤنٹ نمبر، بینک کا نام، بینک کا پتہ، آئی ایف سی کوڈ) صاف صاف بھریں۔ وظیفہ کا فارم امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر سے یا اپنے ضلع کے دار القضاء سے حاصل کرلیں۔ اگر کسی وجہ سے فارم حاصل نہ ہو سکے تو سادہ کاغذ پر تجدید کی درخواست دیں اور اس میں اپنی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے اپنا نام، ولدیت (اردو اور انگریزی میں) پتہ، موبائل نمبر، بچوں کی تفصیلات، اپنی تفصیل (بیوہ ہیں یا مطلقہ ہیں یا معذور ہیں)، بینک اکاؤنٹ میں کیا نام ہے، بینک کا نام، برانچ، آئی ایف سی کوڈ وغیرہ صاف صاف بھریں اور علاقہ کے قاضی یا گاؤں کے نقیب یا معزز شخصیات سے تصدیق بھی کرالیں اور آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کی فوٹو کاپی منسلک کر کے بذریعہ پوسٹ یا دستی دفتر نظامت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505 کے پتے پر بھیجیں۔ یاد رکھیں جن کی تجدید کی درخواست موصول نہیں ہوگی ان کا وظیفہ آئندہ سال ۱۴۴۵ھ کے لیے جاری نہیں ہوگا۔ جدید بیوگان محتاجان کی درخواست بھی مذکورہ شرائط و تفصیلات کے ساتھ ۱۵ر محرم تک ہی قبول کی جائے گی۔

مزید معلومات کے لیے 7903621729,0612-2555351,0612255014 پر رابطہ کریں۔

# مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر مولانا سجاد میموریل اسپتال میں تعزیتی نشست

امارت شرعیہ کے نائب ناظم، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے سکریٹری اور امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری، دار العلوم الاسلامیہ کے سکریٹری اور امارت شرعیہ کے کئی اہم شعبوں کے ذمہ دار مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کے انتقال پر مورخہ 27 جولائی 2023 کو مولانا سجاد میموریل اسپتال میں اسپتال کے چیئرمین ڈاکٹر احمد عبدالحئی صاحب کی صدارت میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں اسپتال کے تمام ڈاکٹرس، کمپاؤنڈرس، نرسز اور دیگر اسٹاف نے شرکت کی۔ اس نشست میں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا کے لیے سب سے بڑا اخراج عقیدت یہ ہوگا کہ مولانا نے جو اسپتال کی ترقی کا خواب دیکھا تھا، اور جس کو وہ ادھورا چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے ہم سب ان کے خواب کو پورا کریں اور اس اسپتال کو ترقی کے اعلیٰ معیار پر پہونچا دیں اور اس کو ایک مثالی اسپتال بنائیں۔ اسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ جناب ڈاکٹر سید نثار احمد صاحب نے اپنے بیان میں مولانا سے دیرینہ تعلقات کا بیان کرتے ہوئے اسپتال کو آگے لے جانے کے لیے ان کی فکرمندی کا تذکرہ کیا۔ لیڈی ڈاکٹر محترمہ نصرت یاسمین صاحب نے بھی تمام کارکنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ حضرت مولاناؒ کے چھوڑے ہوئے کاموں کو پوری لگن سے مل کر آگے بڑھائیں گے۔ ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر سید کمال وارث، ڈاکٹر محمد تقی امام صاحب نے بھی اپنے تاثرات بیان کیے اور مولانا کی خوبیوں، ان کے حسن اخلاق اور ان کی شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کا تذکرہ کیا۔ اسپتال کی مینیجر محترمہ خورشید پروین صاحب نے اپنے بیان میں کہا کہ میرا تعلق مولانا سے ایک سال کا ہی رہا ہے، لیکن اس درمیان میں نے ان کے دل و دماغ میں اسپتال کی ترقی کا جوجنون دیکھا ہے وہ شاید ہی کہیں دیکھنے کو ملتا ہے، اسے وہ اپنا ذاتی کام سمجھ کر دن رات فکر میں لگے رہتے تھے، اب ہم لوگ مل کر اس کو آگے بڑھانے کا کام کریں گے۔ آفس انچارج جناب اعجاز صاحب نے بھی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرنے کی دعا کی۔ آخر میں صدر مجلس نے اپنے صدارتی خطاب میں مولانا کے محاسن کو بیان کرتے ہوئے ان کے حسن اخلاق، حسن تنظیم، انتظامی صلاحیت، بذلہ سنجی، اخلاص وللہیت، اور قوم و ملت کے کام کے لیے ان کی فکرمندی کا تذکرہ کیا۔ مولانا سجاد میموریل اسپتال کے علاوہ ڈاکٹر عثمان غنی گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ ہارون نگر میں بھی تعزیتی نشست کا انعقاد 26 جولائی کو کیا گیا، جس کی صدارت انسٹی ٹیوٹ کے چیئرمین جناب انعام خان نے کی اس نشست میں انسٹی ٹیوٹ کے سکریٹری جناب بہاء الدین گیلانی، پرنسپل نزہت غوثیہ، پروفیسر شمس الحسین صاحب و دیگر معلمات و معززین نے شرکت کی اور مولانا کے محاسن کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی۔ اس کے علاوہ دار العلوم الاسلامیہ گون پورہ پھلواری شریف، داؤد میموریل گرلس مڈل اسکول سیوان اور ٹرسٹ کے ذیلی اداروں میں بھی تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا اور ہر جگہ مولانا کے لیے ایصال ثواب اور دعاء کا اہتمام کیا گیا۔ واضح ہو کہ مولانا مرحوم کے انتقال پر ملک کے مختلف حصوں میں تعزیتی نشستوں کا انعقاد ہوا۔ کاروان ادب حاجی پور، تنظیم ابنائے ندوہ، آل انڈیا ملی کاؤنسل کے علاوہ متعدد مدارس اور اداروں میں مولانا کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ نیز وزیر اعلیٰ بہار، نائب وزیر اعلیٰ سمیت اہم سیاسی و سماجی شخصیات نے بھی مولانا کے انتقال پر اظہار غم کرتے ہوئے اسے قوم و ملت کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

# بھارت: غیر مسلم بھی یکساں سول کوڈ کے مخالف کیوں؟

**روهنی سنگھ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

بھارت میں آج کل یونیفارم سول کوڈ یعنی یکساں سول قانون پر خاصی بحث ہو رہی ہے۔ بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر قائم ہو چکا ہے اور کشمیر کی خصوصی حیثیت بھی نہیں رہی تو اب کوئی مسئلہ تو چاہیے تھا۔

چند روز قبل صبح میں اپنے بیٹے کو بس اسٹاپ پر لے جا کر اسکول بس کا انتظار ہی کر رہی تھی کہ ہماری سوسائٹی میں رہنے والے دو مرد حضرات، جو میری طرح بچوں کو اسکول بس میں بٹھانے آئے تھے، نے یکساں سول کوڈ کا ذکر چھیڑ دیا۔ لگتا تھا کہ دونوں نے واٹس اپ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہوئی تھی۔ سنی سنائی بغیر تحقیق کی باتوں پر یقین کر کے ان کو آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ اس بات پر خوش تھے کہ چلو اب مسلم خواتین اپنے گھروں میں ظلم ستم سے آزاد ہو جائیں گی۔ ایک حضرت تو کہہ رہے تھے کہ اگلے انتخابات کے لئے تو نریندر مودی جی نے مسلمان عورتوں کے ووٹ پکے کر لئے۔ اب ان کے مرد چاہے ان کو ووٹ دیں یا نہ دیں، سبھی مسلم عورتوں کے ووٹ تو مودی جی کے کھاتے میں چلے گئے۔ واٹس اپ یونیورسٹی کے اسکالر کو چھیڑنا ایسے ہی ہوتا ہے کہ جیسے بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا۔ اسی لئے میں ان کی بات چیت میں شامل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ مگر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میں نے ایک لاعلم گھریلو خاتون جیسا رویہ اختیار کر کے پوچھا کہ مسلمان تو اس قانون کی مخالفت کرتے ہیں، تو ٹھیک ہے، سمجھ میں آتا ہے مگر ان سکھوں اور قبائیلوں یعنی شڈیولڈ ٹرائبس کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بھی اس کی مخالفت کر رہے ہیں؟ میرے سوال کا کوئی معقول جواب دینے کے بجائے ان کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ ایک نے دور کی کوڑی لا کر کہا کہ انہوں نے تو نہیں سنا کہ سکھ اور ہندو قبائلی اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جب میں نے فون کھول کر ان کو خبر اور سکھ لیڈروں اور شمال مشرقی علاقوں کے خود حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈروں کے بیانات دکھائے، تو ان کے منہ سے بس اتنا نکلا، ''لگتا ہے کہ ان کو کوئی گمراہ کر رہا ہے۔'' اسی دوران بس آ گئی اور بچے اسکول چلے گئے۔ مگر ان دونوں اسکالرز کو جیسے چپ لگی تھی۔ ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی غیر مسلم بھی یکساں سول کوڈ کا مخالف ہو سکتا ہے۔ ویسے یہ صرف ان کا قصور نہیں تھا۔ عوام کی غالب اکثریت اس یکساں سول کوڈ کو مسلمانوں کے نظریے سے دیکھتی ہے۔ ان کو نہیں معلوم کہ دیگر فرقے بھی اس کے مخالف ہیں۔ ان کو نہیں معلوم کہ اس قانون کے عمل میں آنے سے ہندو مشترکہ خاندان کا قانون بھی ختم ہو جائیگا، جس کی وجہ سے ان کو انکم ٹیکس وغیرہ میں بھاری چھوٹ ملتی ہے۔ پھر یہ خدشہ بھی بجا ہے کہ یکساں سول کوڈ کی آڑ میں یہ بھی بتایا جائیگا کہ اب شادی کے وقت نکاح یا دیگر اقوام کی رسوم کے بجائے بس ہندو طریقے کے آگ کے ارد گرد سات پھیرے لگانے سے ہی شادی کو تسلیم کیا جائیگا۔ یہ خدشہ بھی سر اٹھا رہا ہے کہ کہیں اس کی آڑ میں ہندو کوڈ یا ہندو رسوم و رواج کو دیگر اقوام پر تھوپا جائیگا۔

بھارت میں سکھ مسلمانوں کے بعد دسری سب سے بڑی اقلیت ہے۔ شادی بیاہ، وراثت و دیگر سول قوانین ان کے ہاں بھی ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ سکھ آنند ایکٹ کے تحت شادیاں کرتے ہیں، جو ہندو میرج ایکٹ سے بلکل مختلف ہے۔ ہندو قوم پرستوں کی مربی تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) پچھلے ایک سو سالوں سے بھرپور کوششیں کر رہی ہے کہ کسی طرح سکھ ہندو کوڈ میں ضم ہو کر ہندوازم کا ہی حصہ بن جائیں۔ مگر ابھی تک وہ اس مشن میں ناکام ہوئی ہے۔ اسی طرح چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ اور اڈیشہ میں رہنے والے قبائیلیوں کے الگ الگ رسوم و رواج ہیں۔ بھارت کے شمال مشرق میں گارو اور خاصی قبائل کے بھی وراثت اور شادی کے اپنے طور طریقے ہیں۔ ان معاشروں میں تو عورت خاندان کی سربراہ ہوتی ہے اور جائیداد کی وارث خاندان کی عورت ہوتی ہے۔ ناگالینڈ میں تو عورت ہی بارات لیکر مرد کو اپنے گھر لے کر آتی ہے۔ وہاں بھی وراثت عورت سے ہی چلتی ہے۔ کیا یکساں سول کوڈ سے ان علاقوں کی بااختیار خواتین سے اب اختیارات چھینے جائیں گے۔ مغربی صوبہ گوا میں پرتگالی نسل کے رہنے والے پرتگالی سول قانون کی رو سے صدیوں سے اپنی سماجی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ بھی اب اس نئے قضیہ سے خوف زدہ ہیں۔ خود 2018 میں لاء کمیشن آف انڈیا نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ چونکہ بھارت مختلف فرقوں، مذاہب اور زبانوں کا ملک ہے، اس لئے یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنا پیچیدہ عمل ہوگا۔ اس لئے اس کا نفاذ ضروری ہے نہ مطلوب ہے۔ اس کے مطابق ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام فرقے اپنے عائلی قوانین میں خواتین کو بااختیار بنانے کی سعی کریں اور اس سلسلے میں قوانین، رسوم و رواج میں ترمیم کریں۔ تاہم یکساں سول کوڈ کو پورے ملک میں لاگو کروانا آر ایس ایس کا دیرینہ ایجنڈا رہا ہے۔ جب 1953 میں ہندو کوڈ بل پاس ہوا، اس وقت سے ہی آر ایس ایس، ہندو مہاسبھا اور دیگر دائیں بازو کی ہندو تنظیمیں یکساں سول کوڈ کا ڈھول پیٹ رہی ہیں۔ ہندو کوڈ بل نے نہ صرف ہندو خواتین کو اپنے شوہر سے طلاق لینے کا حق دیا، بلکہ عورتوں کو جائیداد میں وراثت کا حق بھی فراہم کر دیا۔ ورنہ تو قدیم ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت ایک بے زبان جائیداد جیسی ہوتی تھی۔ ہندو دھرم میں طلاق نام کا کوئی لفظ نہیں ہوتا تھا۔ شادی ایک مقدس جنم جنم کا بندھن مانا جاتا تھا، جس کو آگ ہی الگ کر سکتی تھی۔ یعنی مرنے کے بعد چتا میں آگ لگانے سے ہی مرد اور عورت الگ ہو سکتے ہیں۔ ایک صدی قبل تو چتا بھی الگ نہیں کرتی تھی، ستی کی رسم نبھاتے ہوئے بیوی بھی شوہر کی موت کے بعد زندہ ہی اسی کی چتا پر جل کر اسی کے ساتھ راکھ ہو جاتی تھی۔

سنٹر فار اسٹڈی آف ڈیولپنگ سوسائٹیز کے پروفیسر ہلال احمد کہتے ہیں، ''اونچی ذات کا ہندو معاشرہ جو کہ عموما پدرانہ نوعیت کا ہے، کو اس قانون کے تحت عورتوں کو حقوق دینے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اس ہندو برادری کو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس طرح کا قانون صرف ان ہی کے اوپر لاگو کیوں ہے، جبکہ مسلم برادری پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔'' نریندر مودی حکومت کے لیے عوام پر اپنا فیصلہ زبردستی مسلط کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے، پھر چاہے وہ شہریت ترمیمی قانون ہو یا جموں و کشمیر سے آرٹیکل 370 کی تنسیخ کا معاملہ ہو۔ ان تمام معاملات میں زیادہ تر بھارت کے مسلمان ہی متاثر ہو رہے تھے۔ لیکن یہ شاید پہلی بار ہوا ہے کہ وار تو مسلمانوں کو ٹارگٹ کر کے کیا گیا مگر اس کی زد میں سکھ، قبائلی برادری، عیسائی اور دیگر ان گنت فرقے آ رہے ہیں، جس کی وجہ سے ابھی تک حکومت یکساں سول کوڈ کا کوئی مسودہ پیش نہیں کر پا رہی ہے۔ بس واٹس اپ یونیورسٹیوں سے ایک بھرم پھیلایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو کنٹرول کرنا اور ان کی خواتین کو ان کے مردوں سے آزاد کرنے کا بیڑا مودی جی نے اٹھایا ہے۔ اب وہ کس طرح سکھوں اور دیگر فرقوں کو اس یکساں سول کوڈ میں کیسے شامل کرتے ہیں، یہ دیکھنا باقی ہے۔ مگر یہ بات تو طے ہے کہ یکساں سول کوڈ صرف مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

# گجرات ‘2002 کا ریپلے ہے، وہاں نشانہ مسلمان تھے یہاں عیسائی

**عبید اللہ ناصر**

اقتدار اور تعداد کے نشے میں اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کی جو مہم گزشتہ کئی دہائیوں سے چل رہی ہے، منی پور میں لگی آگ اسی خطرناک سازش کا حصہ ہے۔ مختصر میں کہا جائے تو 2023 میں منی پور میں گجرات 2002 کو دوہرایا گیا ہے۔ اگر گجرات 2002 کو یاد کیا جائے تو وہ سارے منظر آپ کو منی پور میں بھی دکھائی دے جائیں گے۔ دو عیسائی کوکی خواتین کی برہنہ پریڈ اور اس کے بعد ان کا قتل خود منی پور کے وزیر اعلی کے مطابق اکلوتہ واقعہ نہیں ہے بلکہ ایسے درجنوں واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ گجرات میں بھی تو یہی ہوا تھا، بلقیس بانو کا معاملہ اکیلا نہیں تھا۔ درجنوں بلقیس بانو ہوئی تھیں اور سب کے مجرم آزاد گھوم رہے ہیں کیونکہ وہ پورا تانڈو سرکار کی سرپرستی میں ہوا تھا۔

آج منی پور میں بھی یہی ہو رہا ہے اور مرکزی و ریاستی حکومتیں جرم کی پردہ پوشی میں لگی ہوئی ہیں۔ تب اٹل جی وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے گجرات کے وزیر اعلی کو 'راج دھرم' نبھانے کی تلقین کی تھی، اب تو یہ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ الٹے ایک جرم کو دوسرے جرم کی مثال دے کر حق بجانب قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پوری بے شرمی کے ساتھ منی پور میں دو خواتین کے ساتھ ہوئے جرم کا دوسری ریاستوں میں خواتین کے ساتھ ہوئے جرم سے موازنہ کیا جا رہا ہے اور افسوس شرم کی بات تو یہ ہے کہ وزیر اعظم نے ہی اپنی پارٹی اور حکومت کے لوگوں کو یہی لائن پکڑا دی ہے۔ منی پور کے واقعہ پر کسی قسم کی ندامت اور شرمندگی کا اظہار نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جرم اور نسل کشی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ دوسری ریاستوں میں جو ہوا وہ شرمناک اور غلط اور افسوسناک ہے، لیکن منی پور میں تو نسل کشی ہو رہی ہے۔ وہاں 150 سے زیادہ ایک ہی فرقہ کے لوگوں کو قتل کیا گیا ہے۔ پچاس ہزار سے زیادہ لوگ بے گھر ہو کر کیمپوں میں جہنمی زندگی گزار رہے ہیں۔ سینکڑوں چرچوں کو جلایا جا چکا ہے۔ ممتاز صحافی کرن تھاپر سے گفتگو کرتے ہوئے میتئی قبیلہ کا لیڈر کھلے عام کوکی قبیلہ کے لوگوں کو ختم کر دینے کی بات کرتا ہے اور آزاد گھوم رہا ہے۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے 60 لاکھ مسلمانوں کی نسل کشی کا بانگ دہل اعلان کرنے والے ہندو سادھو آزاد گھوم رہے ہیں۔ پورے حالات اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ منی پور میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب ریاستی اور مرکزی حکومت کی مرضی سے ہو رہا ہے کیونکہ دونوں جگہ نام نہاد ڈبل انجن کی سرکار ہے۔ نیشنل فیڈریشن آف انڈین ویمن کا ایک تین رکنی وفد حقائق جاننے کے لئے منی پور گیا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ منی پور کی بی جے پی سرکار کی ناک کے نیچے عیسائی کوکی قبیلہ کے خلاف نفرت آمیز مہم بہت دنوں سے چل رہی تھی۔ 4 مئی کو تشدد شروع ہونے سے پہلے ہی حکومت نے نیو چیکون علاقہ میں ناجائز تعمیر کا الزام لگا کر تین چرچوں کو منہدم کر دیا۔ اس کے بعد کانگ پوکپی اور تنگوپال علاقہ میں کوکی عیسائیوں کے درجن گاؤں کو تحفظ جنگلات قانون کے نام پر اجاڑ دیا گیا اور ان کے رہنے کا کوئی متبادل بندوبست بھی نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ریاستی حکومت نے یکطرفہ کارروائی کرتے ہوئے دو کوکی انتہاپسند تنظیموں سے امن کا معاہدہ منسوخ کر دیا۔ حالانکہ یہ غیر قانونی قدم تھا کیونکہ اس معاہدہ میں مرکزی حکومت بھی ایک فریق ہے۔ رہی سہی کسر ہائی کورٹ کے جج صاحب نے پوری کر دی جب ہائی کورٹ نے ہندو میتئی لوگوں کو درج فہرست قبائل کے تحت ریزرویشن دینے کا حکم صادر کر دیا۔ اس سے منی پور میں آگ لگ گئی۔ حالانکہ سپریم کورٹ نے اس فیصلہ پر عمل درآمد روک دیا لیکن ہائی کورٹ کے جج صاحب نے اپنا کام کر دیا اور منی پور میں جو آگ برسوں سے دبی پڑی تھی وہ شعلہ جوالہ بن گئی۔ منی پور میں کوکی عیسائی قبیلہ کے خلاف ویسے ہی مہم چلائی جاتی رہی ہے جیسی ہندی بیلٹ میں مسلمانوں کے خلاف چلائی جاتی ہے۔ انھیں غیر مہذب افیم پیدا کرنے والے میانمار سے آئے درانداز کہہ کر بدنام اور مین اسٹریم سے الگ کیا جاتا ہے۔ خود وزیر اعلی بیریندر سنگھ بھی کوکی عیسائیوں کو کئی بار قومی آبادی رجسٹر) این آر سی ( کی دھمکی دے چکے ہیں۔ کوکی عیسایوں نے ان سب کے خلاف 3 مئی کو ایک احتجاجی مارچ نکالا۔ یہاں بی جے پی آئی ٹی سیل کا کام شروع ہو گیا۔ اس نے ایک ویڈیو جاری کیا کہ کیسے کوکی لوگوں نے ایک ہندو میتئی خاتون کو اغوا کر کے اس کی آبرو ریزی کی اور پھر اسے قتل کر دیا ہے۔ حکومت نے نہ اس فرضی ویڈیو کو وائرل ہونے سے روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی یہ واضح کیا کہ یہ ویڈیو فیک ہے، اور اس کے بعد ہی منی پور گجرات بن گیا۔ دو کوکی عیسائی خواتین کو سینکڑوں لوگوں اور پولیس کی موجودگی میں بے لباس کر کے ان کی سڑک پر پریڈ کرانے اور بعد میں کسی کھیت میں لے جا کر ان کی آبرو ریزی کرنے اور پھر قتل کر دینے کا واقعہ 4 مئی کو رونما ہوا تھا، مگر منظر عام پر 57 دنوں بعد آیا۔ کرائم بیٹ کی خبریں دینے والے رپورٹر جانتے ہیں کہ ضلع کے دور دراز علاقہ میں بھی رونما ہونے والی واردات ایس ایس آر کے تحت جتنی جلد ممکن ہو ضلع کپتان پولیس کو پہنچ جاتی ہے۔ آج سے سینکڑوں سال پہلے یہ نظام نافذ ہو گیا تھا۔ جرم کی خبر سب سے پہلے علاقہ کا چوکیدار بیٹ کانسٹیبل کو اور بیٹ کانسٹبل تھانیدار کو پہنچا دیتا تھا۔ ہر روز صبح ایک پولیس کا ہرکارہ ساری رپورٹیں لے کر کپتان صاحب کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ اس کے بعد وائرلیس کا دور آیا تو ہرکارہ کے پہنچنے سے پہلے رپورٹ کپتان صاحب تک پہنچ جاتی تھی، اور اب تو انٹرنیٹ کا دور ہے۔ دنیا بھر میں منٹوں وسیکنڈوں میں خبر پہنچ جاتی ہے۔

مذکورہ نظام کے تحت کپتان صاحب تک پہنچی رپورٹ ریاستی وزارت داخلہ اور پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ جاتی ہے اور پھر مرکزی وزارت داخلہ اور نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (این سی آر بی) میں درج ہو جاتی ہے۔ اب اگر اتنی اہم حساس خبر مرکزی وزارت داخلہ تک 57 دن تک نہیں پہنچی تو سمجھا جا سکتا ہے کہ ہمارا نظام کس حد تک دیمک زدہ ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ خبر وقت سے ہر جگہ پہنچ چکی تھی جسے دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ وہ تو جب یہ ویڈیو وائرل ہو گیا اور سپریم کورٹ نے از خود کارروائی کی دھمکی دی تب جا کر مودی جی کی نیند کھلی، لیکن کارروائی کے بجائے موازنہ آرائی شروع کرا تنے سنگین جرم کو کمتر کرنے کی شرمناک مہم جاری ہے۔

# غیر قانونی طریقے سے یورپ پہنچنے کے خواہشمند نوجوان اپنی زندگیاں بے رحم سمندر کے حوالے کر رہے ہیں

یونانی ساحل پر ایک کشتی ڈوبنے سے سینکڑوں افراد کی موت کے بعد بحیرہ روم میں پہلی امدادی کارروائیوں میں سے ایک میں چند پناہ گزینوں کو بچایا گیا تاہم سمندر کی بے رحم موجوں سے بچائے گئے ان افراد کا کہنا ہے کہ کوئی بھی چیز انھیں یورپ پہنچنے کی کوشش سے نہیں روک سکتی۔ ان افراد نے بی بی سی کے ایلائس کڈی سے بات کی ہے جو اس ریسکیو بحری جہاز پر موجود تھے جو سمندر میں مصیبت میں پھنسے تارکین وطن کی مدد کے لیے سمندر میں گشت کرتا ہے۔ جب یہ سرخ اور سفید رنگ کے پینٹ والا ریسکیو بحری جہاز بحیرہ روم کے ایک وسیع و عریض حصے میں سفر کر رہا تھا تو اچانک اس کے سامنے ایک گہرے نیلے رنگ کی چھوٹی کشتی نمودار ہوئی جس پر دور سے بظاہر سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے، یعنی اس پر بہت زیادہ افراد سوار تھے۔ ریسکیو بحری جہاز پر سوار ''ایس او ایس میڈیٹرانی'' نامی فلاحی تنظیم کے امدادی کارکن ہیلمٹ اور لائف جیکٹس پہنے سپیڈ بوٹس میں جائے وقوعہ کی طرف تیزی سے پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ تیزی سے پناہ گزینوں کو ایک ایک کر کے ان سپیڈ بوٹس میں منتقل کرتے ہیں اور پھر اُن کی گنتی کرتے ہیں۔ بچائے گئے نوجوانوں کی اکثریت کا تعلق افریقی ملک گیمبیا سے ہے اور وہ اب تک 15 گھنٹے سمندر میں بے یار و مددگار گزار چکے تھے اور طرابلس کے قریب لیبیا کے قصبے کاسٹیلو رڈے سے 54 ناٹیکل میل کے فاصلے پر موجود تھے۔ بچائے گئے افراد کے چہروں سے پریشانی عیاں تھی۔ ان میں سے کچھ افراد نے مجھے بتایا کہ امدادی کارکنوں کے پہنچنے سے کچھ دیر پہلے کھچا کھچ بھری ہوئی ان کی کشتی میں سوار افراد کے درمیان لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ لڑائی اس بات پر ہوئی تھی کیونکہ اُن میں سے کچھ افراد ایسے تھے جو تمام تر مشکلات کے باوجود اپنا سفر جاری رکھنا چاہتے تھے جبکہ کچھ افراد زندگیوں کو لاحق خطرات کے ڈر سے انھیں سفر ختم کرنے کی درخواست کر رہے تھے۔ اس ہنگامہ آرائی کے دوران ایک پناہ گزین کا فون سمندر میں گر گیا۔ ایک پناہ گزین نے انگلش فٹبال کلب مانچیسٹر سٹی کی ہلکی نیلے رنگ کی شرٹ پہن رکھی تھی، باقیوں نے اپنے ہاتھوں میں آئی فون تھام رکھے تھے۔ بہت کم لوگوں کے پاس کھانا اور پانی موجود تھا۔ ان میں سے اکثر افراد تیرنا نہیں جانتے تھے، ان کے پاس زندگی بچانے کے لیے گاڑی کے ٹائروں میں استعمال ہونے والی ٹیوبز موجود تھیں جو ایک طرح کی لائف جیکٹ کا کام دیتی ہیں۔ افق پر لیبیا کے کوسٹ گارڈز کے بحری جہاز کے نمودار ہونے پر پناہ گزینوں کے چہروں پر خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بہت سے افراد کو اس سے قبل لیبیا کی کوسٹ گارڈ نے واپس لیبیا پہنچا دیا تھا۔ ان کوسٹ گارڈز کو یورپی یونین نے بحری جہاز، تربیت اور فنڈنگ فراہم کرتی ہے۔ ریسکیو سپیڈ بوٹ میں موجود چند پناہ گزینوں کے چہروں پر مسکراہٹ ہے اور ان میں سے ایک اپنا فون نکال کر سیلفی لیتا ہے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بعد میں بتایا کہ انھوں نے جب ریسکیو اہلکار کا ہاتھ پکڑا تو انھوں نے سوچا کہ ''اب میں یورپ میں داخل ہو چکا ہوں۔''

اس گروپ کو فوری طور پر ایس او ایس میڈیٹرانی کے بحری جہاز 'اوشن وائکنگ' پر پہنچا دیا گیا جہاں ان کا طبی معائنہ ہوا ہے۔ انھیں وہاں نئے کپڑے اور بیگز دیے گئے جن میں دانت صاف کرنے والے برش موجود تھے۔ اس فلاحی ادارے کی جانب سے اٹلی کے حکام کو خبردار کیا گیا جنھوں نے فوری طور پر جنوبی شہر باری کی بندرگاہ پر بحری جہاز کو لنگر انداز کرنے کی درخواست کر دی گئی تھی اور اسے بلا تاخیر یہاں پہنچنے کے بارے میں کہہ دیا گیا تھا۔ یہ اس نئے قانون کے تحت کیا جاتا ہے جس میں حکام کو ریسکیو بحری جہازوں کو فوری طور پر لنگر انداز ہونے کا کہا جاتا ہے اور وہ اس دوران مزید پناہ گزینوں کو ڈھونڈا نہیں جاتا۔ تاہم یہاں پہنچنے تک تین روز لگے۔ جب ہمارے سفر کا آغاز ہوا تو ہماری ملاقات کچھ پناہ گزینوں سے ہوئی جو اس بحری جہاز پر لگائے گئے طبی کیمپس میں موجود تھے۔ ان میں سے اکثر انگریزی میں بات کرتے ہیں اور ان کے نام تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ ان تارکین وطن نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ ان خطرات سے لاعلم نہیں تھے جن کا انھیں یورپ کے سفر کے دوران سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ یورپ پہنچنے کی ان کی پہلی کوشش نہیں تھی، اُن میں چند افراد ایسے بھی تھے جو پہلے یورپ پہنچنے کی خواہش میں مرنے سے بال بال بچ چکے تھے مگر انھوں نے دوبارہ یورپ جانے کے لیے اسی پرخطر سفر کا چناؤ کیا۔ ایک 17 سالہ پناہ گزین کا کہنا ہے کہ 'میں سات مرتبہ کوشش کر چکا ہوں۔' میں نے جتنے بھی پناہ گزینوں سے بات کی انھوں نے بتایا کہ ان کا کوئی نہ کوئی دوست اس سفر کے دوران ہلاک ہو چکا ہے۔ ان میں سے کچھ افراد یونان کشتی حادثے کی خبر کے بارے میں سوشل میڈیا پر پڑھ چکے ہیں۔ اس حادثے کو اب تک پناہ گزین کشتی حادثوں کی تاریخ کے سب سے ہلاکت خیز حادثوں میں سے ایک کہا جا رہا ہے جس میں مختلف اندازوں کے مطابق 750 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ اس کشتی کے سوار بھی لیبیا ہی سے اٹلی کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

ایک پناہ گزین نے اس حادثے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے نے انھیں بالکل بھی مایوس نہیں کیا کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ان پناہ گزینوں کی بھی یہی سوچ ہو گی جو ان کی ہے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ 'یہی سوچ ہوتی ہے کہ یا تو یورپ پہنچو یا سمندر میں مر جاؤ۔ صرف دو آپشن ہوتے ہیں۔' خیال رہے کہ ریسکیو بحری جہاز کو اس ربڑ والی کشتی کے بارے میں سمندر میں مشکلات کا شکار پناہ گزینوں کے لیے بنائی گئی ایمرجنسی ہیلپ الارم فون اور یورپی سرحدی ایجنسی فرنٹیکس سے ملی تھی۔ اس کشتی میں سوار افراد میں سے 80 فیصد سے زیادہ نابالغ لڑکے ہیں جن کی عمریں 18 سال سے کم ہیں اور ان کے ساتھ ان کے خاندان کے لوگ موجود نہیں تھے۔ ان میں سے اکثر لڑکوں نے اپنا سفر مہینوں پہلے شروع کیا تھا، جب وہ اپنے گھر والوں کو پیسے کما کر بھیجنے کی امید لے کر گھر سے نکلے تھے۔ ان میں سے اکثر افراد کا کہنا ہے کہ انھوں نے والدین یا دونوں میں سے کوئی بھی ایک کھو چکے تھے اور اپنے خاندانوں میں سب سے بڑے بیٹے کی حیثیت سے ان کو لگتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو کی مالی معاونت کرنا چاہتے ہیں۔ مرکزی بحر روم پناہ گزینوں کا وہ راستہ ہے جو انھیں یورپی یونین میں شامل ممالک تک پہنچاتا ہے۔ فرنٹیکس کا کہنا ہے کہ رواں سال کے پہلے پانچ ماہ کے دوران 2022 کے مقابلے میں غیر قانونی نقل و حرکت دگنی ہو گئی ہے اور اب تک تقریباً 50 ہزار 318 افراد یہ کوشش کر چکے ہیں۔ 2017 کے بعد سے ریکارڈ کی گئی سب سے بڑی تعداد ہے۔ کشتی پر سوار ہونے کے بعد قدرے محفوظ محسوس کرتے ہوئے لڑکوں نے میرے ساتھ بات کرنا شروع کی۔ انھوں نے سمگلرز کے مختلف نیٹ ورکس کے ذریعے لیبیا جانے کی کوشش کی اور افریقہ کی شمال مغربی خطے سے ہوتے ہوئے یہاں آنے کی کوشش کی تھی۔ جب انھیں وہ کپڑے واپس کیے گئے جس میں وہ سفر کر رہے تھے تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے کپڑوں کے انبار میں سے اپنے کپڑے ڈھونڈے اور پھر انھیں صابن والے پانی کی بالٹی میں ڈال کر دھونے لگے اور پھر انھیں تاروں پر ڈال کر سکھاتے رہے۔ یہ کپڑے ان افراد کا واحد ذاتی سامان ہے کیونکہ انھوں نے سب کچھ لیبیا میں چھوڑ دیا تھا۔ سوما کے سوتیلے والد نے انھیں کچھ نقد رقم بھیجی اور ایک اور لڑکے کا کہنا ہے کہ اس کے خاندان نے سفر کے لیے فنڈز فراہم کرنے کے لیے قرض لیا تھا۔ (رپورٹ بی بی سی لندن)

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

# تربیتی گائیڈ اور طریقۂ کار

## المعهد العالی امارت شرعیہ میں چار روزہ تربیتی ورک شاپ

رپورٹ......مفتی روح الامین قاسمی

اسلامک فقہ اکیڈمی (نئی دہلی) انڈیا کے زیر اہتمام المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں چارروزہ تربیتی ورک شاپ بعنوان: ''التدریب القیادی والتخطیط المستقبلی - حاجۃ الیوم'' یعنی ''قوم کی رہنمائی کے لئے افرادسازی اور کسی بھی کام کومنصوبہ بندطریقہ پرانجام دینے کی ضرورت'' منعقد ہوا جس کا دوسرا محاضرہ: ''تربیتی گائیڈ اورطریقہ کار'' کے عنوان پرمولانا قاضی محمد انظار عالم قاسمی نے پیش کیا ،اس میں انہوں نے فرمایا: ہماری تربیت کے لئے سب سے بہترین گائیڈ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہے، جیسا کہ قرآن کا فرمان ہے: لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة، آپ ؐ نے کس قدر مختصر عرصہ میں ایک سرکش قوم کی تربیت کی انہیں ہمیشہ کے لئے زندہ وجاوید بنادیا، ہم بھی اگر ہمت وحوصلہ کے ساتھ آپ کی سیرت کی اقتدا کریں گے تو تربیت وشخصیت سازی کا کام آسانی سے کر سکتے ہیں، انہوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چند طریقۂ کار بھی اخذ کئے، وہ یہ ہیں: ۱۔ ہمت افزائی کے ذریعہ تربیت کرنا۔ جیسے: حضرت معاذ کو یمن بھیجتے وقت آپ نے حوصلہ افزائی کر کے تربیت کی اورفرمایا: الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله الخ، ۲۔ دعاخیر کے ذریعہ تربیت، جیسا کہ ابن عباس کے حق میں فرمایا: اللهم فقه فی الدین، ۳۔ ہمدردی وشفقت کے ذریعہ، جیسا کہ مسجد میں پیشاب کرنے والا بدو کا معاملہ، اس طرح اور مختلف طریقے بیان کئے گئے۔

چھٹی نشست: مولانا محمد علی شفیق ندوی کی صدارت میں منعقد ہوئی، نظامت کے فرائض ڈاکٹر مفتی امتیاز عالم قاسمی نے انجام دیئے، اس میں ایک محاضرہ مولانا ڈاکٹر ابرار الحق ندوی شعبہ اسلامک اسٹڈیز مولانا مظہر الحق یونیورسٹی نے بہ عنوان ''بچوں کی تعلیم وتربیت میں سماج کا کردار'' پیش کیا، انہوں نے قدیم وجدید تاریخ کی روشنی تعلیم وتربیت کی تاریخ بیان کی اور کہا کہ افلاطون نے پچاس سالہ تعلیمی نظریہ پیش کیا تھا کہ ایک آدمی پچاس سال تک پڑھتا رہے گا تو وہ تعلیم کے اعتبار سے مکمل ہوجائے گا، مگر اسلام کا تعلیمی نظریہ ہے'' اطلبوا العلم من المهد الی اللحد'' (ماں کی گود سے قبر تک علم حاصل کرو) اور اسلام میں رسرچ اور پڑھنے کی آزادی ہر ایک کو حاصل ہے، موجودہ موڈرن تعلیمی نظام بھی مسلمانوں کا ایجاد کردہ ہے، ابن سینا نے القانون فی الطب (MEDICINE OF CANON THE) لکھا جو میڈیکل سائنس میں بنیادی کتاب شمار کی جاتی ہے، گھریلو تربیت کے بارے میں کہا کہ جس طرح گھروں میں سارا سامان مہیا کراتے اسی طرح تعلیمی سامان بھی مہیا بچوں کو مہیا کرائیں۔

''منصوبہ بندی اور قیادت وقت کی ضرورت'' کے عنوان پر دوسرا محاضرہ پیش کرتے ہوئے مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے منصوبہ بندی سے متعلق آیات اور احادیث کی جانب اشارے کئے اور مشارکین کو ان پر غور وخوض کرنے کی دعوت دی اور تاکید کی، فرمایا: ہماری ناکامی کی وجہ منصوبہ بندی کی ناکامی ہے، کوئی کام کرنے سے پہلے اس کو اچھی طرح جاننا اور اس کے ایک ایک جزء کو حل کرنا یہ ہے منصوبہ بندی۔ منصوبہ بندی کے لئے ذہنی اعتبار سے تیار ہونا اور ہمت وارادہ کا مضبوط ہونا ضروری ہے، منصوبہ بندی ہر چیز میں کرنا چاہئے حتی کہ گھریلو کاموں میں بھی۔

ساتویں نشست: مولانا محمد علی شفیق کی صدارت میں منعقد ہوئی اس میں انہوں نے تربیت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی اور اس کے عناصر ترکیبی وغیرہ بیان فرمایا، پھر اس کے بعد مشارکین کو گروپ ڈسکشن کے لئے الگ الگ چار گروپوں میں تقسیم کر کے مختلف عنوانات دیئے گئے تاکہ وہ ان پر بحث ومباحثہ کر کے اپنی اپنی تجاویز اپنے نمائندوں کے ذریعہ پیش کرسکیں۔

آٹھویں نشست: بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی صدرات میں منعقد ہوئی جس میں انہوں نے اپنا محاضرہ بھی پیش کیا، مولانا رضوان احمد اصلاحی امیر جماعت اسلامی، حلقہ بہار نے ''فعال کیڈر تیار کرنے کی منصوبہ بندی-طریقہ کار اور تجاویز'' کے عنوان پر محاضرہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: اصلاح کے لئے اسلام کی بنیاد پر کیڈر تیار کرنا چاہئے آپ تین کیڈر تیار کیجئے اور ان سے کہئے کہ وہ بھی کم از کم تین کو تیار کریں اور وہ اگلے سے کہیں کہ وہ بھی تین کو تیار کرنے کہیں، اس طرح اگر سالانہ کم از کم تین ہزار کیڈر تیار کر لئے تو بہت حد تک کامیابی کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ کیڈر میں بنیادی طور پر مندجہ ذیل اوصاف ہونے چاہئے: ۱۔ اسلام کا صحیح مفہوم کی واقفیت، ۲۔ پختہ ایمان، ۳۔ سیرت وکردار کی طاقت، ۴۔ دین بحیثیت مقصد ہو، ۵۔ اللہ سے تعلق مضبوط ہو، ۶۔ صبر واستقامت، ۷۔ فکر آخرت، ۸۔ حکمت وبصیرت، ان کے علاوہ کچھ اجتماعی اوصاف بھی بیان کئے، مثلا: اخوت، ایثار، ہمدردی، نظم ونسق، ان تمام اوصاف پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد انہوں نے کچھ ایسی خرابیاں بھی بیان کی جن سے کیڈر کا پاک ہونا ضروری ہے، وہ خرابیاں یہ ہیں: کبر وغرور، نمود ونمائش، نفسانیت، مزاج کی بے اعتدالی، تنگ دلی اور ضعف ارادہ۔ اسی طرح انہوں نے کیڈر تیار کرنے کا مقصد بھی سمجھایا کہ کیوں کیڈر تیار کرنا ہے۔

دوسرا محاضرہ: ''تربیت کا پہلا مرحلہ-گھر اور خاندان'' صدر محترم صاحب نے پیش کیا، انہوں نے پہلے تربیت کا تعارف کراتے ہوئے کہا: زیر تربیت لوگوں کو ایسے مرحلے سے گزارنا کہ ان کے اندر خود اعتمادی وپختگی آجائے، پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی اور غیر اسلامی تربیت کا فرق بیان کرتے ہوئے اسلامی تربیت کی خصوصایت بیان کی اور کہا کہ اسلام میں تربیت کا آغاز پیدائش سے پہلے سے لے کر قبر تک ہے، اسلئے مربی خواہ والدین ہوں یا استاذ یا پیر سبھوں کا پختہ ہونا ضروری ہے، وہ جتنا مضبوط ہوں گے ان کے ماتحت لوگ ان سے خود سیکھ لیں، گھر کا ماحول جیسا ہوگا بچہ بھی ویسا ہی سیکھے گا، تربیت کے ذریعہ خود اعتمادی پیدا ہونی چاہئے، اس کے بغیر قیادت نہیں کر سکتے اور قدم ڈگمگا جائیں گے، زندگی کے تمام مراحل میں اسلامی نظام پر مکمل اعتماد ہو ورنہ وہ مذہب بیزار ہوجائے گا، اسی طرح اللہ پر مکمل اعتماد ہو، صدر محترم کی دعا پر یہ نشست اپنی انتہا کو پہنچی۔

نویں نشست: ۱۷رجولائی ۲۰۲۳ء کی صبح ساڑھے چھ بجے منعقد ہوئی جس کی صدارت مفتی سعید الرحمٰن قاسمی نے کی اور نظامت کی ذمہ داری مولانا عبد الاحد، ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ نے انجام دیئے۔ اس میں دو محاضرے پیش کئے گئے، پہلا محاضرہ بشکل مقالہ ''منصوبہ بندی اور قیادت -آج کی ضرورت'' قاضی وصی احمد قاسمی کی جانب سے مولانا زبیر بہرائچی نے پیش کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے امت کے ہر طبقہ اور تمام افراد سے سے گزارش کی کہ حالات تو زمان ومکان کے اعتبار سے مشکل وآسان ہوتے رہتے ہیں، ایسے میں اپنے قائدین کو برا بھلا کہنے کے بجائے اپنے اوپر مکمل شریعت نافذ کرنے کی کوشش کریں، دوسری گزارش جماعتوں، اداروں اور تنظیموں سے کی کہ وہ ان امور میں اتحاد واجتماعیت کی کوشش کریں جن کا تعلق پوری امت سے ہے اور ذاتی مفاد کی بنیاد پر اختلاف سے گریز کیا جائے۔ سرے سے اختلاف نہ کرنے کی بات غیر فطری ہے، اس لئے ہر تنظیم اپنی علیحدہ وجود کو باقی رکھتے ہوئے مشترکہ محاذ پر اتحاد قائم کریں، اسی طرح انہوں نے تحقیقاتی ادارے قائم کرنے اور میڈیا پلیٹ فارم کے ذریعہ اچھے ڈی بیٹرس تیار کرنے کا مشورہ دیا تاکہ وہ مین اسٹریم میڈیا میں اپنا موقف واضح طور پر رکھ سکیں۔

دوسرا محاضرہ: ڈاکٹر مفتی امتیاز عالم قاسمی نے ''مؤثر تربیت کے لئے منصوبہ بندی کی ضرورت اور اس کا خاکہ'' کے عنوان پر پیش کیا، جس میں انہوں نے کہا کہ صالح معاشرہ صالح افراد سے تشکیل پاتا ہے اور صالح افراد کا وجود بہترین تربیت پر موقوف ہے، جس کے لئے منصوبہ بندی اور حکمت عملی ضروری ہے اس لئے کہ بغیر منصوبہ بندی کے جو کام ہوگا وہ خاطر خواہ نتیجہ دینے کے بجائے منفی نتیجہ کا سبب بھی بن سبب سکتا ہے۔ پھر انہوں نے آیات قرآنیہ اور سیرت رسولؐ کے واقعات سے مؤثر منصوبہ بندی کی نظیر پیش کی۔ اس کے بعد نئی نسل کی تربیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے قرآن کریم کی آیت: قوا انفسکم واهلیکم ناراً (تحریم) اور حدیث: کلکم راع الخ پیش کیا اور ایک نقطہ نظر یہ بھی پیش کیا کہ اولاد والدین کے پاس امانت ہیں اور امانت کی ادائیگی میں سے ہے کہ ان کی صحیح تربیت کی جائے، ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها، انہوں نے مؤثر تربیت کا خاکہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ مراحل ہیں جن کو بالترتیب طے کر کے باآسانی ہدف حاصل کیا جاسکے، اس لئے خانگی زندگی کے تناظر میں اس کا آغاز نیک سیرت بیوی کے انتخاب سے ہوتا ہے اور پھر شیر خوارگی، لڑکپن، مراہقت اور جوانی کے مختلف مراحل کو طے کرتے ہوئے خود ان کے لئے نیک شوہر یا نیک بیوی کے انتخاب پر ختم ہوتا ہے۔

اختتامی نشست: ناشتہ کے بعد اس ورک شاپ کی اختتامی نشست منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا بدر احمد مجیبی نے کی، نظامت کے فرائض مولانا صفدر زبیر ندوی نے انجام دیئے۔ تلاوت (مولوی محمد انیس) ونعت (مولوی حسیب الرحمٰن) کے بعد مشارکین نے اپنے اپنے تأثرات پیش کئے، تأثرات پیش کرنے والوں کے نام حسب ذیل ہیں: مولانا ابوالوفاء مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھروارہ، مولانا عبد اللہ استاذ مدرسہ اشاعت اسلام، بہار شریف، مولوی ضیاء • الحق، مولوی وصی اللہ، مولوی توثیق کلیم، مولوی اشفاق اقبال، مولوی اوصاف، مولوی دانش اقبال، متعلمین المعہد العالی و تربیت قضاء امارت شرعیہ۔ مجموعی طور پر ان حضرات نے اس ورک شاپ کے مفید اور نفع بخش ہونے کی بات کہی، اس کے بعد اس ورک شاپ میں شریک ہونے والے تمام مشارکین کو المعہد العالی کے بزرگ اساتذہ کے دست مبارک سے اسناد تقسیم کی گئیں، اخیر میں المعہد العالی کے سکریٹری مولانا عبد الباسط ندوی صاحب نے اختتامی کلمات میں مشارکین کو نصیحت کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس دور میں عملی اقدام کی ضرورت ہے تحریر وتقریر کے مقابلہ عمل کے ذریعہ کسی بات کو سمجھانا زیادہ مؤثر اور مفید ہوتا ہے۔ آپؐ نے قرآنی تعلیمات کو اپنے عمل کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تک پہونچایا اور صحابہ نے اپنے عمل کے ذریعہ بعد والوں تک اس پیغام کو عام کیا، چنانچہ عمل کے ذریعہ پیغام رسائی کا کام اتنا مؤثر ہوا کہ چند برسوں میں اسلام دینی ودنیوی ہر اعتبار سے کافی بلندی تک پہونچ گیا اور اسلام کے ماننے والے ہر طرف سرخ رونظر آنے لگے۔ آج ہم عمل سے زیادہ تقریر وتحریر پر ذور دیتے ہیں، جسمانی مشقت اٹھانے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہیں، جب کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جسمانی مشقتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، بلکہ سب سے زیادہ انہوں نے پریشانیاں برداشت کی، اس لئے آرام طلبی کے ذریعہ مکمل طور پر دین کا کام انجام نہیں دیا سکتا۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ایمان والوں کے غلبہ اور کامیابی کی بات کہی گئی ہے۔ کاش کہ ہمیں وہ ایمان نصیب ہوجائے جس کا وعدہ اللہ نے ہم نے قرآن میں کیا ہے، وہ آج بھی ہم اس دنیا میں پورے غلبہ اور سرخ روئی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں، اس کے لئے جہاں روحانی تزکیہ وقوت کی ضرورت ہے وہیں ظاہری اسباب کی تیاری بھی ضروی ہے۔ اس کے بعد صدر محترم کی دعا پر یہ چار روزہ ورک شاپ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

Scanned with CamScanner

# غیر بھاجپائی-اتحاد ملک کی نئی سیاسی تاریخ لکھے گا؟

پروفیسر مشتاق احمد

بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار نے محض چھ ماہ قبل جب مرکزی حکومت کے خلاف ملک کی تمام اپوزیشن پارٹیوں کو متحد کرنے کا ڈول ڈالا تھا تو کسی کو یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ واقعی نتیش کمار کی یہ کوشش ثمرآور ہوگی لیکن گذشتہ 23 جون 2023 کو پٹنہ اور کرناٹک میں منعقد اپوزیشن اتحاد میٹنگ کی کامیابی نے یہ ثابت کردیا کہ ملک کا سیاسی مزاج کیا ہے۔ موجودہ حکمراں جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کی لاکھ کوششوں کے باوجود نتیش کمار کی جد و جہد کامیاب ہوئی گرچہ ہندوستانی عوام مورچہ کے سپریمو جیتن رام مانجھی بہار کی عظیم اتحاد سے الگ ہوکر بھارتیہ جنتا پارٹی میں شامل ہونے کا اعلان ضرور کردیا مگر اس سے نہ بہار میں موجودہ تنظیم اتحاد کی صحت پر کوئی اثر ہونے والا ہے اور نہ اپوزیشن اتحاد کے لئے کوئی بڑا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ چوں کہ ملک کی سب سے بڑی قومی سیاسی جماعت کانگریس نے اس اجتماعی میٹنگ میں شرکت کر کے جو فراخ دلی اور لچیلا پن دکھایا ہے وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ کانگریس اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ موجودہ مرکزی حکمراں جماعت کو وہ تن تنہا شکست فاش نہیں دے سکتی ہے۔ اس میٹنگ میں پندرہ سیاسی جماعتوں کا سر جوڑ کر بیٹھنا ہی ایک بڑی کامیابی ہے کہ ملک کے بڑے سے بڑے سیاسی پنڈتوں کو بھی یہ گمان نہیں تھا کہ یہ کبھی ایک فلیٹ فارم پر جمع ہوں گے اور کبھی ایک سر میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے خلاف اپنے تمام تر سیاسی مفادات سے اوپر اٹھ کر متحد ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس اتحاد میں بہوجن سماج پارٹی کی سپریمو مایاوتی کا شامل نہ ہونا یہ خدشہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ پہلے سے ہی بی جے پی کے تئیں نرم ہیں۔ اگرچہ مایاوتی وقتاً فوقتاً بھارتیہ جنتا پارٹی کے خلاف بیان بازی کرتی رہی مگر سچائی یہ ہے کہ وہ کسی مصلحت کے تحت اپوزیشن اتحاد میں شامل ہونے سے گریز کرتی رہی ہیں۔ اڑیسہ کے نوین پٹنا یک اور تلنگانہ کے چندر شیکھر راؤ کی بھی اپنی مجبوریاں ہیں کہ وہ اپنی علاقائی شناخت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور کانگریس سے کہیں نہ کہیں دوری بنا کر رہنا ہی ان کے سیاسی مفاد میں ہے۔ ترنمول کانگریس کی ممتا بنرجی کے بارے میں یہ خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا کہ وہ اس تاریخی میٹنگ میں شامل نہیں ہوں گی لیکن انہوں نے جس جوش وخروش کے ساتھ موجودہ مرکزی حکومت کو اقتدار سے باہر کرنے کے لئے اپوزیشن اتحاد کو مستحکم کرنے کی وکالت کی ہے اس سے یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ شرد پوار ہوں کہ عمر عبداللہ محبوبہ مفتی ہوں کہ شیوسینا کے ادھوٹھاکرے، عاپ کے اروند کجریوال ہوں کہ سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو، جھارکھنڈ مکتی مورچہ ہو کہ بایاں محاذ کی پارٹیاں جنوبی ہند کی طاقت ور سیاسی جماعت کے رہنما اسٹالن ہوں کہ بھاکپا مالے کے دیپانکر بھٹا چاریہ سب کے سب موجودہ حکومت کی آمریت اور غیر جمہوری عمل سے نالاں ہیں اور ملک میں جس طرح کی غیر آئینی فضا قائم کی جارہی ہے اور مذہبی منافرت پیدا کی جارہی ہے اس کے خلاف ہیں۔ کانگریس لیڈر راہل گاندھی کا یہ بیان کہ ملک میں نفرت کے خلاف محبت کی فضا قائم کرنا ہے، واقعی دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی مسخ ہوتی شبیہ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ جس دن پٹنہ میں اپوزیشن اتحاد کی میٹنگ ہورہی تھی اسی دن وزیر اعظم نریندر مودی امریکہ کے دورہ پر تھے اور وہاں کے صحافیوں کے ذریعہ ان سے یہ سوال کیا جارہا تھا کہ ہندوستان میں اقلیت طبقے کے ساتھ جو امتیازات اور تعصبات کی فضا قائم ہوئی ہے اس کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔ ساری دنیا کے سامنے وزیراعظم اس سوال کا بالواسطہ جواب دینے سے کس طرح قاصر رہے اور جمہوریت کی دہائی دے کر نکلنے کی کوشش کی اس سے پوری دنیا میں یہ پیغام گیا کہ وطن عزیز کے موجودہ حالات سے دنیا کس قدر آگاہ ہے اور تحفظ انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں کتنی فکرمند ہیں۔

بہرکیف ابہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار کے متعلق یہ بات ہمیشہ کہی جاتی ہے کہ وہ اپنی دُھن کے پکے ہیں اور سیاست کی شطرنجی چال کے ماہر ہیں۔ بھاجپا کے ساتھ رہ کر وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی اندورنی حقیقتوں سے بھی واقف ہیں اور سنگھ پریوار کی زہر آلود پالیسیوں سے بھی آگاہ ہیں۔ وہ ملک کی تمام علاقائی سیاسی جماعتوں کی ترجیحات اور مفادات سے انجان نہیں ہیں اور شاید اس لئے انہوں نے کانگریس کے تمام لیڈران سے بار ہا مل کر اور بالخصوص سونیا گاندھی اور راہل گاندھی کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوئے کہ بغیر علاقائی جماعتوں کو متحد کئے موجودہ حکمراں جماعت کو شکست فاش دینا مشکل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اب تک موجودہ حکمراں جماعت کو پارلیامانی انتخابات اور مختلف ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات میں کامیابی اس لئے ملتی رہی ہے کہ غیر بھاجپائی جماعتوں کے ووٹوں میں انتشار رہا ہے۔ جہاں کہیں بھی کانگریس کا سیدھا مقابلہ بھارتیہ جنتا پارٹی سے رہا ہے وہاں کانگریس نے بھارتیہ جنتا پارٹی کو شکست دی ہے۔ حالیہ کرناٹک اسمبلی انتخاب اور ہماچل پردیش کے نتائج یہ ثابت کرتے ہیں کہ حالیہ دنوں میں کانگریس کے اندر جو انتشار تھا اس میں کمی واقع ہوئی ہے اور حالیہ راہل گاندھی کی فعالیت نے کانگریس کے ووٹوں میں اضافہ بھی کیا ہے۔ اس لئے تمام علاقائی سیاسی جماعتوں کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ وہ کانگریس کی طاقت کے بغیر مودی حکومت کو اقتدار سے بے دخل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مختصر یہ کہ نتیش کمار کی قیادت میں پٹنہ کا یہ تاریخی اتحادی اجلاس ملک کے عوام کو یہ مثبت پیغام دینے میں بھی کامیاب رہا کہ بہار کی سرزمین سے ایک بار پھر ملک کی آمرانہ حکومت کے خاتمہ کے لئے جو صدا بلند ہوئی ہے وہ صدا بہ صحرا ثابت نہیں ہوگی بلکہ جے پی تحریک کی طرح ملک کی نئی سیاسی تاریخ لکھنے میں کامیاب ہوگی کہ چہار سمت سے بس ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہے کہ نتیش کمار کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔ ظاہر ہے کہ جب کانگریس جیسی قومی سیاسی جماعت نے دو قدم آگے بڑھ کر تمام علاقائی سیاسی جماعتوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے آئندہ پارلیامانی انتخابات میں سیٹوں کی تقسیم کے معاملے میں افہام وتفہیم کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور قدرے نرم روی کا مظاہرہ کیا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نتیش کمار کا یہ فارمولہ کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے امیدواروں کے خلاف اپوزیشن اتحاد کا صرف ایک امیدوار ہوگا تو نتیجہ جنگ ظاہر ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی لاکھ کوششوں کے باوجود اس کے ووٹوں کا فیصد 40 فیصد تک نہیں پہنچ پایا ہے تو ایسی صورت میں اپوزیشن اتحاد موجودہ حکومت کو اقتدار سے بے دخل کرنے میں بڑی کامیابی مل سکتی ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ پارلیامانی انتخابات کے اعلان تک یہ اتحاد اسی طرح تمام تر سازشوں سے محفوظ رہ کر ملک وقوم کے مفاد میں اپنے ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے جس کی وکالت اس وقت اپوزیشن اتحاد بہ یک آواز کر رہا ہے۔ دریں اثناء مہاراشٹرا میں شرد پوار کی قیادت والی نیشنلسٹ کانگریس پارٹی کے کئی سرکردہ لیڈروں کا اجیت پوار کی قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی میں شامل ہوجانا اس نئے اپوزیشن اتحاد کے لئے بڑا خسارہ ثابت ہوسکتا ہے۔ افواہ تو یہ بھی ہے کہ بہار میں نتیش کمار کی قیادت والی جنتا دل متحدہ کو بھی توڑنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ گرچہ نتیش کمار اپنی پارٹی کے تمام ممبران اسمبلی اور ممبران پارلیامنٹ سے فرداً فرداً ملاقات کر کے پارٹی کے استحکام کے لئے مزید فعال ہونے کی ہدایت دے رہے ہیں مگر بھارتیہ جنتا پارٹی اس مہم میں ضرور لگی ہوئی ہے کہ نتیش کی قیادت میں جو قومی سطح کا نیا غیر بھاجپائی اتحاد بنا ہے اسے کس طرح کمزور کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس نئے اتحاد سے اسے خسارۂ عظیم ہونے والا ہے لہٰذا بھاجپا اپنے وجود کی جنگ جیتنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ کیوں کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ ایک امیدوار کے مقابلے ایک امیدوار کا نسخہ اس کے لئے موت کا سامان پیدا کرسکتا ہے۔ ویسے اس اپوزیشن اتحاد کے سامنے ایک بڑا خطرہ یہ بھی پیدا ہوگیا ہے کہ بہار میں عظیم اتحاد میں شامل راشٹریہ جنتا دل کے لیڈر تیجسوی یادو اور ریاست کے نائب وزیراعلیٰ کے خلاف ایک عدالت نے فرد جرم عائد کیا ہے ممکن ہے کہ اس سے بہار کی سیاست متاثر ہو مگر اب تک نتیش کمار جس یقین محکم اور عمل پیہم کے ساتھ غیر بھاجپائی اتحاد کو مستحکم کر رہے ہیں اس سے نئی امید برقرار ہے۔

# شہر اور گاؤں میں سیلاب

صفدر امام قادری

برسات کا موسم زمین پر ہریالی اور اناج کے لیے سب سے موزوں موسم مانا جاتا ہے۔ گرمی سے بے حال انسان کو برسات سے راحت ملتی ہے۔ جینے کی آسانیاں پھر سے سامنے آنے لگتی ہیں، مگر اِسی کے ساتھ برسات شروع ہوتے ہی سیلاب کی خبریں بھی آنے لگتی ہیں۔ آسام اور اُس علاقے کی ندیوں کے زور سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے اور پھر بنگال، بہار، اُترا کھنڈ، اُتر پردیش سے ہوتے ہوئے آندھرا اور اگست تک مہاراشٹر میں یہ پھیل جاتی ہے۔ جون سے اِس کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے، وہ ستمبر اور کچھ علاقوں میں اکتوبر تک قائم رہتا ہے۔ پرانی کتابوں میں ہندستان کے موسموں کی تفصیل لکھتے ہوئے جغرافیا کے ماہرین نے برسات کے لیے اکثر وبیش تر جون اور جولائی مخصوص کیے تھے مگر اِس کا سلسلہ اگست ستمبر تک تو لازمی طور پر ہوتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے کہ اکتوبر مہینے میں بھی جگہ جگہ سیلاب نے اپنی تباہیاں پھیلائیں۔

فطری طور پر دیکھیں تو برسات کی بارش اور ہمالیہ سے اترنے والی چھوٹی بڑی ندیوں میں معمول سے زیادہ بارش کو حقیقی سبب مانا جاتا ہے۔ ماہرین ہمالیہ کی برف کے زیادہ رفتار میں پگھلنے کی بھی ایک بڑی وجہ بتاتے ہیں۔ یہ برف معمول سے زیادہ گرمی کے سبب پگھلتی ہے اور اِس کی مقدار کا آسانی سے اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ بس اتنا سمجھ لیجیے کہ آسمانی بارش سے کئی گنا پانی ہماری ندیوں میں ہمالیہ کی برف کے پگھلنے سے آتا ہے۔ ابھی اِس سال جب ہر جگہ گرمی سے ہاہا کار مچی ہوئی تھی اور بارش کی ایک بوند کے لیے شمالی ہند کے افراد ترس گئے تھے، اُس دَور میں جون کے نصف میں یہ خبر آنے لگی تھی کہ کوسی ندی میں پانی کی سطح بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اِسے عام خبروں کی طرح پڑھا اور دیکھا گیا۔ چند ماہرین کے علاوہ کسی نے اِس بات پر دھیان نہیں دیا کہ پانی کے اِس غیر معمولی دباؤ کے اسباب کیا ہیں اور اِس کے متوقع خدشات کیا کچھ ہوسکتے ہیں۔

ابھی تازہ صورتِ حال یہ ہے کہ دہلی کے نشیبی علاقوں میں پانی بھرنے لگا ہے۔ لعل قلعے کی دیواروں کو جمنا کا پانی ٹھیک اُسی طرح سے چھو رہا ہے جیسے ساڑھے تین سو برس پہلے اُس کی تعمیر کے وقت نظر آتا تھا۔ یہ درست ہے کہ جولائی کے آغاز سے لگاتار بارش ہو رہی ہے لیکن یہ ہماری خام خیالی ہے کہ اُس بارش سے قومی راجدھانی پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ بمبئی تو ہر سال کئی بار ڈوبتی ہے۔ گذشتہ برسوں میں وزیرِ اعظم کا شہر احمد آباد بالخصوص گجرات عام طور پر سیلاب کی تباہ کاریوں کا نظر ہوا۔ اِس سے پہلے راجستھان جیسے ریگ زار میں بڑے پیمانے پر سیلاب آچکا ہے جہاں ہر بار سیلاب آتے رہتے ہیں وہاں کی بات ہم چھوڑتے ہیں مگر کچھ برس پہلے پٹنہ شہر میں 15 دن سے زیادہ برسات کا پانی کچھ اِس طرح جمع رہا کہ شہر میں آنا جانا بھی ناممکنات میں ہوگیا تھا۔

ہندستان میں آبی وسائل کی حفاظت اور اُن کے مسائل سے واقفیت بھی کم ہے اور ذہنی بے داری تو بالکل بھی نہیں ہے۔ 'نرمدا آندولن' کی طویل جدوجہد سے یہ بات بھی اُبھر کر سامنے آئی تھی کہ اِس ملک کی آبی پالیسیاں بکھراؤ کا شکار ہیں اور خاص طور پر اُن ندیوں کے سلسلے سے تو اور پریشان کُن صورتِ حال ہے جو کئی صوبوں سے ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچتی ہیں۔ گجرات اور مہاراشٹر دونوں صوبوں نے اپنے مفاد کے پیشِ نظر جو نرمدا کے حوالے سے لڑائی لڑی، اُس نے یہ بھی بتایا کہ قومی سطح پر ندی، سمندر، پہاڑ اور زمین جیسے قدرتی وسائل سے ہم فائدہ تو حاصل کرتے ہیں مگر ہمارا استحصالی رویہ قدرتی وسائل کے ساتھ بھی قائم رہتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قدرت کا نظام توازن کھودیتا ہے اور ہم اُس کی چپیٹ میں آجاتے ہیں۔ قدرتی وسائل کو قدرت کا تحفہ سمجھ کر پوری جمیعتِ انسانی حقوق سے ہم آہنگ نہیں کر کے ہم جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے انداز پر جینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اِسی بے اصولی اور استحصالی رویے سے ہم قدرتی وسائل کے عذابوں میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔

ندیوں میں انسانوں نے اپنی سہولت کے مقصد سے اتنی رکاوٹیں پیدا کیں جس کی وجہ سے ندیاں رہ رہ کر طغیانی میں آجاتی ہیں۔ ہر بڑی ندی پر درجنوں اور سینکڑوں کی تعداد میں پُل بنائے گئے۔ پُل کا مقصد یہ تھا کہ سڑک سے آمدورفت کی آسانیاں پیدا ہوسکیں گی۔ بعض جگہوں پر ریل اور سڑک دونوں کے لیے یہ پُل بنائے گئے۔ ندیوں کے آبی بہاؤ میں اِن پلوں اور اُن کے ستونوں سے رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ (بقیہ صفحہ: ۱۴ ر پر)

Scanned with CamScanner

# یونیفارم سول کوڈ کا نفاذ دین و دستور دونوں کے خلاف!

ہندوستان مختلف تہذیبوں اور متعدد مذاہب کے ماننے والوں کا ملک ہے، یہاں کی خمیر میں ''مذہب'' شامل رہا ہے۔ مختلف مذاہب کے ماننے والے اس ملک میں اپنے مذہب پر پوری آزادی کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں، ماضی بعید میں جب مسلمانوں کے قافلہ نے اس سرزمین پر قدم رکھا اور ہندوستان کے مغربی ساحل پر اپنے خیمے نصب کیے، اس وقت کی تاریخ بتاتی ہے کہ متعدد مذہب کے ماننے والوں سے آباد یہ ملک مذہبی اعتبار سے آزاد تھا، اور مذہب وتہذیب سے وابستہ احکام وروایات پر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی، تہذیبی رنگارنگی اور مختلف مذہب کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ان کی سماجی زندگی میں بے ربطی اور انتشار کا ذریعہ کبھی نہیں بنا۔ مسلمان جو ایک مستقل دین اور مکمل تہذیب کے ساتھ نہ صرف عبادتوں بلکہ شخصی معاملات میں بھی قانونی طور پر آزاد رہے، اور ابتدائی عہد کی تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں ہندو معاملات ومسائل کے حل کے لیے ''برہمن'' متعین کیے جاتے تھے، مسلمانوں کے معاملات مسلم قاضیوں کے ذریعہ طے پاتے تھے۔ جنہیں اس وقت کی اصطلاح میں ''ہنرمند'' کہا جاتا تھا۔

ہندوستان میں ایک عرصہ تک مسلم حکومت قائم رہی۔ اس زمانہ میں بھی مسلم آبادی کے لیے ان کی عبادتوں کا نظام اور شخصی قوانین بحال رکھے گئے، اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے معاملات ان کے مذہب کے مطابق طے کئے جاتے رہے۔ مسلم عہد کے ختم ہونے کے بعد انگریزوں کے عہد میں بھی شخصی قوانین بحال رہے اور انگریزوں نے موجودہ صدی کے نصف اول میں تدریجاً اسلام کے شخصی قوانین کو دستور میں جگہ دی، جسے ''مسلم پرسنل لاَ'' کہا گیا، یہ دستور سازی دراصل اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ مسلمان ان قوانین (جن کا تعلق شخصی اور عائلی زندگی سے ہے) سے دستبردار نہیں ہو سکتے، اور ایک ذمہ دار حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ پرسنل لا کی اہمیت محسوس کرے، اور اسے قانونی تحفظ دے۔ جب ہندوستان آزاد ہوا، اور ملک کا نیا دستور بنا تو اس میں بھی ''مسلم پرسنل لاَ'' کی قانونی حیثیت تسلیم کی گئی، اور طویل ترین ماضی کی روایات اور عوامی رجحان جس کی بنیاد مذہب پر ہے، کا احترام کیا گیا اور قانون سازوں نے صاف طور پر دستور ساز اسمبلی میں اعلان کیا کہ ''مسلم پرسنل لاَ'' میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اس وقت ڈاکٹر امبیڈکر نے یہ کہا تھا کہ یکساں سول کوڈ کو نافذ کر کے کوئی حکومت اپنے اختیارات کو استعمال کر کے مسلمانوں کو بغاوت پر آمادہ نہیں کر سکتی، میرے خیال میں اگر کسی نے ایسا کیا تو ایسی حکومت پاگل ہی ہوگی۔

اس ملک میں رائج قوانین کی دو اہم قسمیں ہیں، سول کوڈ (CODE CIVIL) اور کریمنل کوڈ (CRIMINAL CODE)، جس کے لئے اردو میں بالترتیب ضابطہ ''دیوانی'' اور ''فوج داری'' کی اصطلاحیں استعمال کی جاتی ہیں۔ دوسری قسم ضابطہ فوجداری کے اندر جرائم کی سزائیں، اور بعض انتظامی امور سے متعلق قوانین آتے ہیں، مثلاً کسی جرم پر کیا سزا دی جائے گی اور مجرم کے لئے کیا اصول وضوابط ہوں گے اور انتظامی طور پر کس قسم کے اقدامات حکومت کرے گی؟ پہلی قسم سول کوڈ کے دائرہ میں وہ تمام قوانین آتے ہیں جن کا تعلق معاشرتی، تمدنی امور سے ہے۔ البتہ اس قسم کے ایک حصہ میں جسے ''پرسنل لاَ'' کہا جاتا ہے اس میں ملک کی بعض اقلیتوں کو ان کے مذہب کے لحاظ سے کچھ خصوصی شعبوں میں الگ قوانین پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو ملک کے دستور میں یہ حق دیا گیا ہے کہ نکاح، طلاق، ایلا، ظہار، خلع، فسخ نکاح، عدت، نفقہ، وراثت وصیت، ہبہ، ولایت، رضاعت، حضانت، وقف (خیراتی اور غیر خیراتی دونوں) سے متعلق مقدمات اگر سرکاری عدالتوں میں لے جائے جائیں اور دونوں فریق مسلمان ہوں تو سرکاری عدالتیں اسلامی شریعت کے مطابق ہی مذکورہ معاملات میں فیصلے کریں گی، ان قوانین کا مجموعہ ''پرسنل لاَ'' کہلاتا ہے۔ (یونیفارم سول کوڈ مسلم پرسنل لا اور عورت کے حقوق: 14)

ہندوستان میں ''یونیفارم سول کوڈ'' کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اپنی مذہبی اقدار و ہدایات کے خلاف نکاح وطلاق جیسے معاملات انجام دینا ہوں گے، وصیت اور وراثت کے معاملہ میں بھی انہیں مذہبی قانون کے بجائے دوسرے قوانین پر عمل کرنا ہوگا، اسی طرح دوسرے مذہب اور رسم ورواج کے پابند لوگوں کو بھی اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا، اپنے رواج کو مٹانا ہوگا، اور نئے قانون کا پابند ہونا پڑے گا۔ اس طرح یونیفارم سول کوڈ واضح طور پر ''مسلم پرسنل لاَ'' سے مختلف ایک قانون ہے۔ جس کے نفاذ کے بعد ''مسلم پرسنل لاَ'' کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، گویا مسلم پرسنل لا جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے اور یونیفارم سول کوڈ کو یکجا نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سیّد محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) یکساں سول کوڈ کی حقیقت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یونیفارم سول کوڈ کا شوشہ اہل سیاست کی زبان ہے، اور دلی کے دربار کو قبضہ میں لانے کی ایک نامناسب جسارت ہے۔ ہندوستان کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کا ملک نہیں ہے یقین مانیے، اگر یکساں سول کوڈ نافذ ہوگا تو ہندوستان چرمرا جائے گا، ملک میں بے چینی پھیل جائے گی، یہ ملک کسی ایک مذہب کا ملک نہیں ہے، یہ ملک کسی ایک تہذیب کا ملک نہیں ہے، اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس ملک میں اللہ نے الگ الگ مذہب دیئے ہیں، ہر قسم کی تہذیب دی ہے، ہر رنگ کا سماج دیا ہے، الگ الگ قوانین ہیں، اور سب لوگ خوشی خوشی ان قوانین پر عمل کرتے ہیں، ان سارے قوانین کو ختم کر کے اگر ایک قانون نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، اور اگر ایک قانون اس ملک میں لاگو کیا گیا تو دوسرے قانون پر عمل کرنے والے اور دوسرے قانون کو ماننے والے یہ سمجھیں گے کہ ان کا حق چھینا جا رہا ہے، ان کا مذہب چھینا جا رہا ہے، ان کی تہذیب چھینی جا رہی ہے، اور انسان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے اپنے مذہب کی تبدیلی، اپنے کلچر کی تبدیلی اور اپنی زبان کی تبدیلی کسی قیمت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ یکساں سول کوڈ کا شوشہ ایک سازش ہے ملک کے خلاف، سازش ہے مسلمانوں کے خلاف، یہ سازش ہے، ہندوؤں کے خلاف، لوگ بڑے چکنے چہرے کے ساتھ، چکنی چپڑی باتیں کیا کرتے ہیں، کتنا مکروہ ذہن ہے ان کا، کتنا گندہ دل ہے ان کا، یہ سوچنے کی ضرورت ہے اور دیکھنے کی ضرورت ہے، دیکھنے والی نگاہ چاہیے، چشم بینا چاہیے تو اندازہ ہوگا وہ کتنی بے ایمانی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ یونیفارم سول کوڈ کا معاملہ کیا ہے؟ معاملہ یہ ہے کہ جو قانون ہے نکاح کا، جو قانون ہے طلاق کا، جو قانون ہے وراثت کا، جو قانون ہے ہبہ کا، جو قانون ہے وصیت کا، جو قانون ہے حضانت کا اور جو گھریلو کام کے قوانین ہیں اور جو شادی بیاہ کے قوانین ہیں ان سب کو ختم کر دیا جائے، اور ایک قانون نافذ کر دیا جائے۔ یہ بات بھی آج کل یونیفارم سول کوڈ کے عنوان سے کہی جا رہی ہے کہ مرد وعورت کو ایک جیسے اختیارات دیئے جائیں گے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلامی قانون ٹھیک نہیں ہے، مرد کو وراثت میں دوہرا اور عورت کو اکہرا، بھائی کو ڈبل اور بہن کو سنگل، بات سمجھ میں نہیں آتی، یہ بات درست نہیں ہے، یہ اسلامی قانون پر اعتراض کیا جاتا ہے، یہ اعتراض کرنے کی بات نہیں ہے۔ آدمی جوان ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کرتا ہے، بال بچے ہوتے ہیں، تمام تر اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر آتی ہے، خرچ بیوی کے اوپر عائد نہیں ہوا کرتا، نفقہ کی ذمہ داری، کھانے پینے اور پہننے کی ذمہ داری، اولاد کی ذمہ داری سب شوہر پر ہے، ساری مالی ذمہ داریاں مرد پر ہیں، جس پر مالی ذمہ داری زیادہ ہے، اس کا وراثت میں حصہ زیادہ، اور جس پر مالی ذمہ داری کم ہے، اس کا وراثت میں حصہ بھی کم ہے، عقل کے مطابق یہی قانون ہے، عقل کے مطابق وہ قانون نہیں ہے جس میں گدھے گھوڑے سب برابر کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخصوص صفات کے ساتھ مرد کو پیدا کیا ہے، اور مخصوص صفات کے ساتھ عورت کو پیدا کیا ہے، دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ، ایک کی ذمہ داری گھر کی، دوسرے کی ذمہ داری باہر کی، مرد باہر کھیت کھلیان میں، دفتر میں، آفس میں، بازار اور شہروں میں محنت کرے اور کمائے، اور عورت رہے گھر میں اور بچوں کی تربیت و پرورش کرے، یہی بنیادی بات ہے، اور یہی اسلامی فکر ہے۔ اب اگر نیا قانون لاگو ہوتا ہے، تو سب ایک پلڑے میں، سب ایک درجے میں، نکاح دوسرے طریقہ پر اور طلاق دوسرے طریقہ پر، ظاہر ہے یہ بات قابل قبول نہیں ہے، اور مسلمانوں کے لیے یہ بات اس لیے بھی قابل قبول نہیں ہوگی کہ نکاح طلاق کا طریقہ، وراثت ووصیت کا طریقہ، ہبہ اور حضانت کا طریقہ یہ سب قرآن مجید سے ثابت، سنت رسول سے ثابت ہے، اور ہم اس کے خلاف نہیں جا سکتے، یونیفارم سول کوڈ کو ہم مسلمانوں کے خلاف سمجھتے ہیں، ہندوؤں کے خلاف سمجھتے ہیں، عیسائیوں کی خلاف سمجھتے ہیں، سکھوں کے خلاف سمجھتے ہیں، اور خود اس ملک کے خلاف سمجھتے ہیں، اگر اس ملک میں مذہب کو بدلنے یا مذہب کو توڑنے کی کوشش کی گئی تو ہم اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے، اور قانونی دائرے میں رہتے ہوئے اپنا جمہوری حق استعمال کریں گے۔ کل بھی ہم نے اس ملک کی آزادی کے لیے قربانیاں دی تھیں اور آج بھی ہم اس ملک کی حفاظت کے لیے قربانیاں دینے کے لیے تیار ہیں۔ جن لوگوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور اسلام کو بعض دوسرے مذاہب کی طرح عبادات اور رسم ورواج کا مجموعہ سمجھتے ہیں، انہیں یکساں شہری قوانین کے نفاذ کے خلاف مسلم رائے عامہ کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکتی اور جو لوگ مسلمانوں کی مذہب سے وابستگی کا علم نہیں رکھتے وہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ مسلم رائے عامہ اس مسئلہ پر کتنی مضبوط ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کی مذہب سے بھرپور وابستگی اور اسلامی تعلیمات کی وسعت انہیں اجازت نہیں دیتی کہ وہ شخصی زندگی کے مذہبی قوانین سے دستبردار ہوں، کیونکہ یہ مذہبی قوانین بھی دین کا ایک اہم حصہ ہیں، اور ان کی بنیاد بھی اسی طرح قرآن وسنت میں موجود، ہے جس طرح نماز۔ روزہ اور دوسرے عبادات کی۔

ہر مذہب کے ماننے والوں کے کچھ تہذیبی امتیازات ہوتے ہیں جن کا تعلق بڑی حد تک ''پرسنل لاَ'' سے ہوا کرتا ہے بعض مذاہب کے یہ امتیازات مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر نہیں بلکہ رسم ورواج اور جغرافیائی حالات کے ماتحت ہیں، مسلمانوں کے بھی تہذیبی امتیازات ہیں۔ جن کی بنیاد مذہبی تعلیمات پر ہے، مسلمان آمادہ نہیں ہیں کہ وہ تہذیبی امتیاز سے دستبردار ہوں، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان بلاوجہ امتیازی نقطۂ نظر یا علیحدگی پسندی کا جذبہ رکھتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ تہذیبی امتیاز، مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر ہے، یوں بھی تہذیبی رنگارنگی اور عائلی زندگی کے طور طریقوں کی جداگانہ نوعیت کا نتیجہ علیحدگی پسندی نہیں ہوا کرتا، علیحدگی پسندی، قومی معاملات سے بے تعلقی، مشترکہ سماجی ربط کی کمی، رفاہی کاموں سے دوری کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ مسجد میں نماز نہ پڑھنے والا ہندو، مندر میں پوجا نہ کرنے والا مسلمان، گرنتھ صاحب پر عمل نہ کرنے والا عیسائی اور بائبل کے مقدس تعلیمات کو اپنے لیے غیر ضروری سمجھنے والے سکھ کو کبھی علیحدگی پسند نہیں کہا جا سکتا۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس ملک میں مختلف قسم کی قوم آباد ہیں ان کا الگ الگ زندگی گزارنے کا طریقہ ہے، اس ملک میں دلت بھی ہیں، ان کا طریقہ، ان کا رواج، ان کے یہاں کے کسٹمس دوسرے ہیں۔ اس ملک میں بہت بڑی آبادی پہاڑیوں کی ہے، ٹرائبل کی ہے، ان کے کسٹم الگ ہیں، ان کے یہاں رواج الگ ہے اور وہ اس بات کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اپنے رسم ورواج کو چھوڑ کر سرکار کے متعین کیے ہوئے رسم ورواج کی پابندی کریں، اس ملک کے اندر پوربی علاقوں میں چھ سات اسٹیٹ ایسے ہیں جن کا مذہب دوسرا، جن کی تہذیب دوسری، جن کا رواج دوسرا، جن کے طور طریقے الگ، اگر یکساں قانون لایا جائے گا تو یقین مانیے اس ملک میں بے اطمینانی اور بدامنی پھیل جائے گی اور اگر کسی ملک میں بے اطمینانی اور بدامنی پھیلتی ہے تو اس ملک کی سالمیت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لیے موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بیدار رہیں ہوشیار رہیں تیار رہیں ان ساری کوششوں کے خلاف جو ملک کو بانٹنے کے لیے کی جا رہی ہیں یا جو دین کو مٹانے کے لیے کی جا رہی ہیں۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں ہماری بیداری ہماری چوکسی، ہماری ہمت اور ہمارا حوصلہ ملک کو صحیح سمت دینے کے لیے کافی ہے، اس کے ساتھ ہی ہم اپنے پڑوسیوں کو سمجھائیں، اپنے وطنی بھائیوں کو سمجھائیں کہ اس ملک کو غلط سمت میں لے جایا جا رہا ہے، غلط رخ پر ڈالا جا رہا ہے اس ملک میں لوگوں کو آپس میں بانٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایسا ماحول بنائیں کہ ہر کوئی اس ملک میں امن وسکون کے ساتھ خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کرے، چاہے وہ کسی مذہب کے ماننے والے ہوں، کسی تہذیب پر عمل کرنے والے ہوں، کسی رسم رواج کے پابند ہوں۔ ملک کو محفوظ رکھنے کے لیے ملک کو ایک رکھنے کے لیے ساری پبلک ایک زبان رہے آپس میں کوئی اختلاف نہ رہے کوئی اختلاف نہ مذہب کی بنیاد پر ہو تہذیب کی بنیاد پر ہو رسم ورواج کی بنیاد پر ہو، لوگ اپنے اپنے رسم ورواج پر عمل کرتے رہیں، اپنی اپنی تہذیبوں کے پابند رہیں، اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزاریں، مگر ملک کو مضبوط کرتے رہیں اور ملک کو پوری توانائی دیں، پوری طاقت دیں تا کہ یہ ملک ترقی کرے آگے بڑھ سکے اور یہ ملک دنیا کے نقشے پر سربلند ہو سکے۔

حضرات آپ سب کے علم میں ہے کہ حالیہ دنوں میں ہمارے ملک میں یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کے لیے اقدامات تیز کر دیئے گئے ہیں اور الگ الگ مذاہب اور تہذیبوں کے اس ملک کو یونیفارم سول کوڈ کے ذریعے مذہبی اور تہذیبی آزادی سے محروم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلے میں لاکمیشن آف انڈیا نے ملک کے شہریوں سے یکساں سول کوڈ کے بارے میں رائے مانگی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں بڑے پیمانے پر ای میل کے ذریعے لاکمیشن آف انڈیا کو جواب بھیجنا چاہئے اور یکساں سول کوڈ کی مخالفت کرنی چاہیے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس سلسلے میں ایک پورا سسٹم بنایا ہے، جس کے ذریعے آسانی سے ای میل کیا جا سکے اور زیادہ سے زیادہ لوگ یکساں سول کوڈ کی مخالفت میں جواب درج کرا سکیں۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس سلسلے میں ایک لنک بھی تیار کی ہے اور QR کوڈ بھی بنایا ہے۔ یہ لنک اور QR کوڈ بڑے پیمانے پر سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے عام کیا جا چکا ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اس موبائیل نمبر (9834397200)(8623925611) پر رابطہ کریں آپ کو تفصیل سمجھا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان مشکل حالات میں ہم کا حامی اور ناصر ہو اور ملت اسلامیہ ہندیہ کی حفاظت فرمائے۔ (سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

Scanned with CamScanner

## بقیات

**بقیہ صفحہ اول** .................. یقیناً بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جن سے ہمیں بہت پریشانی ہوتی ہے، وہ کچھ کر کے ہی نہیں دیتے، یہاں پر ہمیں ڈاکٹر ذاکر حسین کی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب ساری دنیا کسی سے مایوس ہو جاتی ہے، تب بھی دو ذات ایسی ہوتی ہے جو مایوس نہیں ہوتی، ایک اس کی ماں اور دوسرا اچھا استاد، اس لیے اگر اچھا استاذ بننا ہے تو طلبہ سے مایوس مت ہوئیے، طریقہ تدریس میں یکسانیت لائیے، اگر طریقہ تدریس میں یکسانیت آئے گی، تو نصاب میں یکسانیت کا فائدہ زیادہ مؤثر انداز میں سامنے آئے گا اور یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔

اساتذہ کو کبھی کبھی بڑے مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی شرارتیں بھی سہنی پڑتی ہیں، مدارس میں تو کم ہوتا ہے اسکول اور کالجیز میں بہت زیادہ ہوتا ہے، لیکن بہت منفی باتوں سے مثبت باتوں کو اخذ کر لینا یہ استاذ کا بڑا کام ہے۔ ایک استاد کو کلاس روم میں آنا تھا، پہلا دن تھا لڑکوں نے سوچا کہ آج اگر ہم ان پر حاوی ہو گئے تو پورے سال ہم ان پر حاوی رہیں گے، اور اگر آج استاد حاوی ہو گئے تو معاملہ ہمارا دب جائے گا، لڑکوں نے سوچا کہ آج پہلے ہی دن ان کو ایسا سبق دینا ہے کہ یہ ہمیشہ ٹھیک ٹھاک رہیں، سمجھ لیں کہ یہ لڑکے بہت شریر ہیں، طلبہ نے ایک ترکیب نکالی کہ کلاس کے گیٹ پر تیل گرا دیں گے کہ آتے ہی ان کا پاؤں پھسلے اور گریں، ہم لوگ خوب ہنسیں گے، استاذ ڈیمولائز ہو جائیں گے، نروس ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی کیا، استاد کلاس روم میں آ رہے تھے، اس بیچارے کو کیا پتہ کہ کیا قیامت آنے والی ہے، جیسے ہی داخل ہوئے جوتا پھسلا اور دھڑام سے نیچے، استاد فوراً کھڑے ہوئے، اور کہا کہ پیارے بچو! آج کا پہلا سبق یہ ہے کہ زندگی میں گرنے کے بڑے مواقع آتے ہیں، عقلمند اور ہوشیار وہ ہے، جو گر کر فوراً سنبھل جائے، تم نے دیکھا، میں کس طرح سنبھل گیا، آپ سوچئے کتنی منفی بات ہے، ہم آپ ہوتے تو پہلے تحقیق شروع ہوتی کہ کس نے ایسا کیا اس کے بعد چھڑی آتی اور پتہ نہیں کتنی کرچیاں بدن پر توڑ دی جاتیں، لیکن اس استاد نے انتہائی خراب بات کو ایسا مثبت رنگ دیا کہ لڑکوں کو ایک سبق مل گیا۔ آپ کلاس روم میں جا رہے ہیں لڑکا شور کر رہا ہے، آپ کی طبیعت اتنی مکدر ہو گئی کہ سبق ہی نہیں چل رہا ہے، آپ اس کو اس طرح خوشگوار ماحول میں تبدیل کر دیں کہ بچہ محسوس کرنے لگے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہئے اور ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ یاد رکھیئے عصری تعلیمی اداروں اور مدارس کے اساتذہ میں فرق ہے، مدارس کے اساتذہ دراصل کار نبوت میں لگے ہوئے ہیں اور وارث انبیاء ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں دوسرے اساتذہ سے کچھ زیادہ بڑھی ہوئی ہیں، تدریسی زندگی میں یہ احساس ہمارے اندر وہ سب کچھ کر گذرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، جس سے ہماری زندگی اخلاق حمیدہ سے مزین اور ہمارے طلبہ تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل سے گذر کر علوم و فنون میں مہارت اور نفس کو رذائل سے پاک کر کے اچھا مؤمن اور اچھا انسان بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مدارس دینیہ کو انسانیت سازی کا کارخانہ قرار دیا ہے، جہاں انسان ڈھالے جاتے ہیں اور جس سے پوری دنیا میں اخلاق و کردار کی پاکیزگی، قول و عمل میں تازگی اور ظلم و ستم کے بازار میں محبت واخوت، مروت و ہمدردی کی نورانی چادر تنی ہوتی ہے، ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں ہے، اس کام کے لئے اپنے کو تپانا اور کئی دفعہ مٹانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کے اندر مختلف ذہنی سطح کے طلبہ کے مابین اپنے علم کو ٹرانسفر کرنے کی اچھی صلاحیت ہر حال میں موجود ہو۔

یہ صلاحیت کبھی تو وہبی ہوتی ہے اور کبھی کسبی، وہبی صلاحیتوں کا ذکر نہیں کروں گا اس لئے کہ وہ خداداد بلا کسب ہوتی ہیں، لیکن بیشتر حالات میں ہمارے اندر صلاحیت خدا کے فضل اور محنت سے پیدا ہوتی ہے، اسلئے ''من جد وجد'' کہا گیا ہے۔ یہ محنت اور جد جہد کتابوں کے عمیق مطالعے اور اساتذہ کے تجربات سے بڑی حد تک فائدہ اٹھانے میں مضمر ہے۔ کتابوں کے مطالعہ کی اہمیت، تجربات سے استفادہ اور تدریس کے طریقے کار پر اکابر کی مفید تحریروں کا مطالعہ بھی اساتذہ کے لیے فائدہ مند ہوگا۔

ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کا دل و دماغ سفید کاغذ کی طرح ہوتا ہے، اس کاغذ پر مختلف نقوش بنانے اور سب کچھ سکھانے کی ذمہ داری گھر، ماحول اور خاندان کی ہوتی ہے اس طرح دیکھا جائے تو گھر ماحول، اور خاندان، بچہ کا پہلا اسکول ہوتا ہے، اور اس میں کارفرما عوامل اس کے پہلے استاد، پھر جب بچہ بڑا ہوتا ہے تو اسے فطری طور پر بہت کچھ جاننے کی خواہش ہوتی ہے، اور بہت کچھ سکھانا گھر، ماحول اور خاندان کے بس کا نہیں ہوتا، اس لئے اسے کسی ادارہ کا سہارا لینا ہوتا ہے ادارہ میں جن کے ذریعہ وہ علم حاصل کرتا اور سیکھتا ہے اسے اصطلاح میں استاد کہتے ہیں۔ استاد کے کام کی نوعیت بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے، اس اعتبار سے اس کا کام آسان ہوتا ہے کہ اس کے اوقات عام طور پر مختصر ہوتے ہیں، دوسرے کاروباری اور پیشہ ور لوگوں کی طرح اسے سال کے اڑتالیس یا پچاس ہفتے صبح سے شام تک کام میں جتا رہنا نہیں پڑتا، لیکن دوسری طرف اس کا کام دشوار اس طرح ہوتا ہے کہ اسے ہر معیار کے بچوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کے لئے اسے بڑے دشوار مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔

استاذ کو اس جان گسل مراحل سے گزرنے میں جو چیز اس کی مدد کرتی ہے وہ ہے دوسروں کو کچھ سکھانے کا احساس، طلبہ جب اساتذہ کے پاس آتے ہیں تو انکی دماغی نشونما ادھوری، عام معلومات ناقص، اور فکری صلاحیتیں نیم بیدار ہوتی ہیں؛ استاد اپنی معقول تدریس کے ذریعہ ان طلبہ کو نہ صرف نئے نئے حقائق سے روشناش کراتا ہے، بلکہ ان کی سادہ لوحی کو شعور کی پختگی میں بدلتا ہے اور ان میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتا ہے، استاد کو یہ سب کر کے کچھ ایسا اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، جیسا کسی مصور کو رنگوں کی مدد سے سادہ کینوس پر ایک اچھوتی تصویر بنا کر ہوتا ہے یا ایک طبیب کو اپنی بہترین تشخیص کی بدولت یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ زیر علاج مریض کی ڈوبتی ہوئی نبض میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ مسرت ہر ایک استاد کے حصہ میں نہیں آ سکتی، اس مسرت کے حصول کے خاطر استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مضمون کو خوب اچھی طرح جانتا ہو، اس لئے یہ کہنا بجا ہی ہے کہ سیکھنا اور سکھانا لازم و ملزوم ہیں، ہر اچھا استاد ہر سال ہر مہینے؛ بلکہ اگر ممکن ہو تو ہر ہفتے کچھ نہ کچھ نئی باتیں ضرور سیکھتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم سب ہر وقت ندرت اور جدت کا سرچشمہ نہیں بن سکتے لیکن ایک استاد کو اپنے مضامین میں اتنا باذوق ضرور ہونا چاہئے کہ وہ ان پر طلبہ سے دلچسپی کے ساتھ گفتگو کر سکے، اگر ایسا نہیں ہوتا تو طلبہ ذوق و شوق کے باوجود اس مضمون میں ترقی نہیں کر سکیں گے اس لئے ایک استاذ کو اپنے مضمون کی دلچسپی اور قدر و قیمت میں وہی یقین رکھنا چاہئے جو ایک ڈاکٹر تندرستی میں رکھتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ استاذ مضامین کا انتخاب بہت احتیاط اور ہوشیاری سے کرے، اور تعلیمی پیشہ اختیار کرنے سے پہلے ہی سوچ سمجھ کر اپنے مضمون منتخب کرے، اس کے ساتھ ساتھ اسے طلبہ سے ایک قسم کی رغبت ہو وہ طلبہ کو اپنے لئے بوجھ نہ سمجھے، اس کے سوالوں سے نہ گھبرائے، بلکہ ان سے محبت کرے، خود کو انکا مد مقابل نہ سمجھے، کوئی بات اس انداز میں نہ کہے جو کسی کو بری لگے، اس طرح استاذ بڑی حد تک اداروں میں جاری طلبہ کی سرکشانہ روش سے محفوظ رہ سکے گا۔ اچھے استاد کو ایک دلچسپ انسان اور بذلہ سنج ہونا چاہئے تعلیم اس طرح دینی چاہئیے۔ رٹی رٹائی باتوں کے دہرانے کے بجائے اپنی بصیرت افروز باتوں کے ذریعہ ان کے ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دے، وہ اگر سوالات کریں تو انکو معقول جواب دیا جائے تا کہ ان کے ذہنوں میں کوئی نئی بات سمجھنے میں الجھن نہ ہو۔ استاد کا حافظہ قوی ہونا چاہئے، کمزور حافظہ کا استاد مضحکہ خیز بھی ہوتا ہے، اور خطرناک بھی، دوسری چیز قوت ارادی ہے، اچھے استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے ارادے بالکل اٹل ہوں۔ تعلیم کے لئے استاذ کو تین مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اول یہ کہ اپنے مضمون کو خوب اچھی طرح تیار کرے، دوم یہ کہ طلبہ کے سامنے اچھی طرح بیان کر سکے اور انہیں ذہن نشین کرا سکے سوم یہ کہ یہ اطمینان کر لے کہ جو اس نے پڑھایا ہے اسے طلبہ نے اچھی طرح یاد کر لیا ہے۔ استاد کو اپنے طرز عمل سے ثابت کرنا چاہئے کہ وہ ایک ہمدرد دوست اور مشکلات کو دور کرنے والا ساتھی ہے اور مدرسہ کی زندگی طلبہ اور استاد کے مابین مہر و محبت اور شرکت عمل کی زندگی ہے۔ یہ سب چیزیں ایک استاذ کے اندر موجود ہونی چاہئیں، لیکن صرف نصاب کی کتابوں سے یہ چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق عملی تربیت سے ہے، اس لیے ایک ایسے مستقل نظام کا ہونا بہت ضروری ہے، جو مدارس میں تدریس کے لیے تیار کی جا رہی اساتذہ کی اگلی کھیپ کو ان بنیادوں پر تیار کر سکے۔

**بقیہ: شہر اور گاؤں میں سیلاب** .......... ہمالیہ سے بالو اور گاد اور طرح طرح کی معدنیاتی اشیا پانی میں گھل مل کر بڑی ندیوں تک پہنچتی تھیں پھر سمندر کی طرف اُن کے بہنے کا سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ برسات کے زمانے میں پانی کے اندر جو گھماؤ دار لہریں پیدا ہوتیں، اُن سے پانی کے نیچے بیٹھی مٹّی بھی گھل کر اُپر آ جاتی ہے اور پھر بہتے بہتے سمندروں تک پہنچ جاتی ہے مگر قدم قدم پر پُل اور برج نے ندیوں کی فطری رفتار کو روک دیا۔ ندیوں کی گہرائی کم ہوتی چلی گئی اور یہ مقولہ یونہی نہیں قائم ہوا کہ پانی اپنی سطح خود ڈھونڈ لیتا ہے۔ ہر ندی کی چوڑائی میں اِضافہ ہوا۔ چوڑائی میں اِضافہ ہونے کا واضح مطلب ہے کہ یہ ندی اب کہیں بھی چھلک جائے گی اور تباہی کے دہانے کھول دے گی۔ ندیوں کے کنارے ہزاروں کی تعداد میں بڑے شہر بسے ہوئے ہیں۔ تہذیب کی تاریخ ہی یہ ثبوت فراہم کرتی ہے کہ لوگوں نے سب سے پہلے ندیوں کے کنارے ہی بسنا قبول کیا تھا مگر آج یہ عالم ہے کہ ندی کنارے بسنے والی قوم کی زندگی کی مشکلات پہلے سے کافی بڑھ گئی ہیں۔

بڑی اور پہاڑی ندیوں پر بڑے پیانے پر برج بنائے گئے ہیں۔ کہنے کو یہ عام سی بات تھی کہ پانی کو ہم ضائع نہیں ہونے دیں گے اور بجلی پیدا کریں گے۔ اِسی طرح باندھ اور پشتیں بنانے کا جو سلسلہ قائم ہوا، اُس کی تاریخ بھی معصومانہ انداز میں اِس طور پر سامنے آئی کہ پانی کو باندھ میں روک کر بڑے پیانے پر سینچائی کی جائے گی۔ برج اور باندھ کے نام پر جواہر لال نہرو کے دَور سے ہی کڑروں اور اربوں روپے خرچ ہوئے مگر ذرا اُن اعداد و شمار کو دیکھ لیجیے کہ اُن براجوں سے جو سستی بجلی پیدا کرنے کا جو نشانہ رکھا گیا تھا، اُس میں کہاں تک کامیابی مِلی۔ پشتے تو نہ سیلاب سے ہمیں بچا سکیں اور نہ ہی اُن سے بڑے پیانے پر سینچائی کا فائدہ اُٹھایا جا سکا۔ مشکل تو تب آئی کہ اِن کی وجہ سے آبی جماؤ اور سیلاب کے حالات تو بار بار پیدا ہوئے اور بڑے پیانے پر نقصانات سے ہم دو چار ہوئے۔

جن لوگوں نے ایسے منصوبے بنائے کہ کنکریٹ اور لوہے کی دیواروں کے سہارے ہم بہتی ندی کے زور کو تھام لیں گے، اُن کی خام خیالی پر افسوس ہوتا ہے۔ برسات کے وقت ندی میں پانی بڑھنے کی کچھ ایسی صورتِ حال ہوتی ہے کہ اگر براج میں پانی کو مزید روکا گیا تو شاید برج بھی توڑ کر پانی لاکھوں زندگیوں کو تباہ کر دے۔ پانی اپنی فطری رفتار سے آتا تو اُس کی تباہی بہ ہر طور کم ہوتی مگر جب وہ براج کے پھاٹک میں روک لیا جائے اور پھر یکجا کیا ہوا پانی کسی لمحے میں چھوڑ دیا جائے تو تباہی کی مقدار میں اِضافہ ہوگا۔ اِسی طرح ایسی ندیاں جن میں دوسری ندیاں جو دیگر صوبوں سے ہوتے ہوئے آتی ہیں، اُن کے مسائل مزید مشکل ہوتے ہیں۔ کئی بار ایک ایک صوبے کو بچانے میں دوسرا صوبہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ آسانی سے پانی کے اچانک بڑھنے کو ہم تول نہیں سکتے۔ ایک مدّت گزرتی ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیلاب نہیں بلکہ انسانوں کا پیدا کردہ جھمیلا تھا۔

دہلی میں جمنا ندی کی تباہ کاریاں ہمیں اُن خطرات سے متنبہ کر رہی ہیں کہ قدرت سے ہم آہنگی ہی ایک راستہ ہے جس میں فطرت کے سامنے انسان سرخ رو ہو سکتا ہے۔ علاقائی اور سیاسی مقاصد سے زمین، جنگل، پہاڑ اور ندیوں کے مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک گنگا ندی نیپال، اترا کھنڈ، اُتر پردیش، بہار، جھارکھنڈ، مغربی بنگال اور بنگلا دیش ہوتے ہوئے سمندر میں جا ملتی ہے۔ تمام اہل کاروں کو جمع کیے بغیر اگر کوئی اپنی طاقت یا سیاسی جوش کے بل پر فیصلہ کر لیتا ہے تو یہ نامناسب ہوگا اور کہیں نہ کہیں ایسے فیصلوں میں ہماری حفاظت اور دنیا کی تباہی کے اصول اپنے آپ نافذ ہو جاتے ہیں۔ یہ انسان اور انسانیت دشمن اُصول ہے۔ پینے کے پانی کی آنے والے وقت میں جو قلّت ہوئی، اُس کے بارے میں ماحولیات کے ماہرین ہمیں باخبر کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ کئی صوبوں سے ندیوں کا پانی چھین کر بڑے شہروں تک پینے کا مہیا کرایا جاتا ہے۔ عالمی سطح پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ تیسری عالمی جنگ پانی کے سلسلے سے ہوگی۔ ہندستان میں بھی پانی کے سلسلے سے کوئی مبسوط لائحہ عمل کسی گھڑی دیکھنے کو نہیں مِلی۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ تمام صوبوں کے ماہرین مجتمع ہو کر سیلاب ہی نہیں آبی وسائل کے سلسلے سے ایک ٹھوس حکمتِ عملی قائم کریں۔ اِس کے بغیر ہماری مشکلات کم نہیں ہو سکیں گی۔

### مضمون نگاروں سے گذارش

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہفت روزہ ''**نقیب**'' کے پرنٹر پبلیشر مختلف شعبوں کے ذمہ دار، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندویؒ کے سانحۂ ارتحال پر حضرت امیر شریعت کے حکم کے مطابق نقیب کا خصوصی نمبر جلد شائع ہونے والا ہے، اس لئے اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ ان کی علمی، دینی و ملی خدمات کے کسی ایک پہلو پر اپنی نگارشات مندرجہ ذیل ای میل یا واٹس ایپ پر ارسال فرمائیں، مضمون مختصر اور جامع ہو، ہم آپ کے اس علمی تعاون کے شکر گذار ہوں گے (منیجر نقیب)

واٹس ایپ نمبر: **9576507798**۔ ای میل: E-mail, **naqueeb.imarat@gmail.com**

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

## دہلی کی دومساجد کے خلاف ریلوے کی نوٹس کو ہائی کورٹ نے فرضی قرار دیا

ریلوے کی طرف سے دہلی کی دومساجد کو 15 دنوں کے اندر ہٹانے کے نوٹس پر ریلوے کی خبر چھائی ہوئی ہے جس میں ریلوے کے نوٹس پر نہ تو محکمہ کا نام لکھا اور نہ ہی کسی افسر کا نام۔ جب سماعت ہوئی تو پورے معاملے پر ہائی کورٹ نے سخت تبصرہ کرتے ہوئے پورے نوٹس کو مبینہ طور پر فرضی قرار دیا اور ساتھ ہی عدالت نے مساجد کے خلاف کارروائی پر روک لگا دی ہے۔ بدھ کے روز، عدالت نے ریلوے کو ہدایت کی کہ وہ تلک مارگ اور بابر روڈ پر مساجد پر اپنی زمین سے غیر مجاز تعمیرات اور تجاوزات کو ہٹانے کے لیے چسپاں کیے گئے نوٹس پر مزید کوئی کارروائی نہ کرے۔ جسٹس پرتیک جالان کی بنچ نے مرکزی حکومت کے وکیل کو دہلی وقف بورڈ کی درخواست پر ان کی درخواست پر ہدایات لینے کا وقت دیا (نیوز رپورٹ)

## وزیر اعظم کے خلاف لوک سبھا میں تحریک عدم اعتماد پیش

لوک سبھا اسپیکر اوم برلا نے کانگریس کی طرف حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کو پیش کرنے کی اجازت دی لیکن ابھی تک اس پر ووٹنگ اور بحث کے لئے وقت مقرر نہیں کیا ہے۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی کارروائی منی پور مسئلے پر ٹھپ ہوگئی ہے۔ عدم اعتماد کی تحریک کانگریس کے گورو گگوئی نے پیش کی اور اسکے لئے 50 ممبران پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہونی چاہئے۔ جس پر اسپیکر نے اس تحریک کے بارے میں اپوزیشن جماعتوں سے پوچھا تو اسکے حق میں محترمہ سونیا گاندھی، فاروق عبداللہ ڈی ایم کے کے ٹی آر بابو اور این سی پی کے سپریا سولے نے تحریک عدم اعتماد کی تائید کی۔ بھارت راشٹریہ سمیتی کی طرف سے ایک اور عدم تحریک پیش کی گئی لیکن اس کو رد کر دیا گیا۔ (نیوز رپورٹ)

## سونیا گاندھی نے سنجے سنگھ سے ملاقات کی اور یکجہتی کا اظہار کیا

کانگریس پارلیمانی پارٹی (سی پی پی) کی چیئر پرسن سونیا گاندھی نے بدھ کے روز عام آدمی پارٹی کے رکن پارلیمنٹ سنجے سنگھ سے ملاقات کی، جنہیں پارلیمنٹ میں مبینہ طور پر غیر متزلزل رویے کے لیے مانسون اجلاس سے معطل کر دیا گیا ہے۔ سونیا گاندھی نے سنجے سنگھ سے کہا کہ "ہم آپ کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔" خیال رہے کہ سنجے سنگھ کو مانسون اجلاس کی بقیہ نشستوں کے لیے پیر کو معطل کر دیا گیا تھا۔ وہ ایوان میں منی پور تشدد پر تفصیلی بحث کا مطالبہ کررہے تھے۔ پیر سے وہ پارلیمنٹ کے احاطے میں اپنی معطلی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ سنگھ کے ساتھ انڈین نیشنل ڈیولپمنٹل انکلوسیو الائنس یعنی انڈیا کے کئی ممبران پارلیمنٹ بھی احتجاج میں حصہ لے رہے ہیں۔ اپوزیشن ارکان پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں منی پور تشدد پر تفصیلی بحث کا مطالبہ کررہے ہیں اور وزیر اعظم نریندر مودی سے پارلیمنٹ میں اس معاملے پر بیان دینے کا بھی مطالبہ کررہے ہیں۔ (نیوز رپورٹ)

## خصوصی عدالت نے مسلم ملزمین کو مقدمہ سے بری کیا

دہلی فساد معاملے میں خصوصی سیشن عدالت یکے بعد دیگرے ملزمین کو پولس کی ناقص تفتیش اور ناکافی ثبوت و شواہد کی بنیاد پر مقدمہ سے بری کررہی ہے، تین ماہ قبل سیشن عدالت نے 9/مسلم نوجوانوں کو مقدمہ سے بری کر دیا تھا، عدالت نے ایف آئی آر نمبر 83/2020 پولس اسٹیشن کراول نگر میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے ملزمین اشرف امین الحق اور پرویز ریاض الدین کو ناکافی ثبوت وشواہد کی بنیاد پر مقدمہ سے بری کر دیا۔ دہلی فساد معاملے کی سماعت کرنے والے کرکاڈومہ سیشن عدالت کے جج پولاستیہ پرمچالا (ایڈیشنل سیشن جج 3) نے ناکافی ثبوت وشواہد اور ناقص تفتیش کی بناء پر 2/مسلم نوجوانوں کو مقدمہ سے بری کر دیا۔ سیشن عدالت نے ملزمین کو مقدمہ سے بری کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں تحریر کیا کہ عرض گذار دوران گواہی یہ نہیں بتا سکے کہ کس وقت ان کے گھروں میں ہجوم نے آگ لگائی تھی جس کا مبینہ طور پر دونوں ملزمین حصہ تھے۔ سیشن عدالت نے اپنے فیصلے میں مزید تحریر کیا کہ سرکاری گواہان اور پولس کی چارج شیٹ کے مطابق دو طرح کا ہجوم تھا جس نے گھروں اور دکانوں کو آگ لگائی تھی لیکن گواہان کی گواہی سے یہ واضح نہیں ہوسکا کہ کونسے سے ہجوم نے آگ لگائی تھی لہذا ملزمین کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے انہیں مقدمہ سے بری کیا جاتا ہے۔ عدالت نے مزید کہا کہ آگ زنی کی واردات ہی مشکوک لگ رہی ہے، کیونکہ پولس نے عدالت میں آگ لگنے کے فوٹو اور ویڈیو جمع نہیں کرائے اور نہ ہی اس تعلق سے کوئی پختہ ثبوت پیش کیا۔ (نیوز رپورٹ)

طب وصحت

# ناشتہ کیوں ضروری ہے؟

مثال ہے کہ یک لقمہ صباحی، بہتر از مرغ وماہی یعنی صبح کا ایک لقمہ دن بھر کئی مرغیاں اور مچھلیاں کھانے سے بہتر ہے۔ جو لوگ اناج سے بنی غذائیں استعمال کرتے ہیں ان میں امراض قلب کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔

ماہرین صحت متفق ہیں کہ ناشتے میں کاربوہائیڈریٹس اور فائبر والی غذاؤں کا استعمال زیادہ ہونا چاہئے۔ صبح کا ناشتہ رات کی نیند سے بیدار ہونے کے بعد کھایا جانے والا دن کا پہلا کھانا ہے۔ انگریزی میں اس کو "بریک فاسٹ" یعنی پچھلی رات کا فاقہ توڑنا کہا جاتا ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ صبح کا ناشتہ سارے دن کی خوراک میں سب سے اہم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ناشتہ اس قدر اہم کیوں ہے؟ تو اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ خوراک دراصل ہمارے جسم کا ایندھن ہے جس سے ہمارا جسم توانائی حاصل کرتا ہے۔

صبح ناشتہ کرنے سے ہمارے جسم کا میٹابولزم بڑھ جاتا ہے جس کے باعث نیند کے دوران کیلوریز جلنے کا سست پڑ جانے والا عمل تیز ہوجاتا ہے اور ہم تازہ دم ہوکر اپنے کاموں میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ عام یا روایتی ناشتے کے مینیوز مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں ردوبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ صبح کا ناشتہ کرنے کی روایت قدیم زمانے سے موجود ہے۔ قدیم مصر میں کسان روزانہ صبح کا ناشتہ کرتے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کھیتوں میں کام کیلئے جائیں۔ یہ ناشتہ عموماً گندم کی روٹی، سوپ، پیاز، بیئر وغیرہ پر مشتمل ہوتا تھا جبکہ یونانی ادب میں سوپ میں ارسٹن کا بے شمار ذکر ملتا ہے۔ یہ طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد لیا جاتا تھا۔ ابتداء میں اس کھانے کو دن کی شروعات میں استعمال کیا جاتا تھا لیکن بعد میں ارسٹن کو دوپہر کے قریب کھایا جانے لگا اور صبح کے وقت نیا کھانا تعارف کروا دیا گیا۔ قدیم رومی جو ناشتہ کرتے تھے اس کو جینٹا کولم کہتے تھے یہ عام طور پر روٹی، پنیر، زیتون، سلاد، گری دار میوے، کشمش اور گوشت پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ وہ شہد اور خوشبودار مصالحوں پر مشتمل مشروبات بھی پیتے تھے جبکہ رومن سپاہی ناشتے کیلئے دلیہ، جو اور بھنی ہوئی گندم پکا کر کھاتے تھے۔

قرون وسطیٰ 1500 - 500ء میں یورپ میں ناشتے کو عام طور پر اہم کھانا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قرون وسطیٰ میں ابتدائی طور پر اس کا عملی طور پر وجود نہیں تھا۔ روزانہ رسمی طور پر صرف دو کھانے کھائے جاتے تھے۔ ایک دوپہر کے وقت اور دوسرا شام کو۔ قرونِ وسطیٰ میں دو کھانوں کا نظام جاری رہا۔ بعض اوقات اور بعض جگہوں پر صبح کا ناشتہ صرف بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور کام کرنے والوں کو دیا جاتا تھا۔ کسی اور انسان کو ناشتہ نہیں دیا جاتا تھا کیونکہ ناشتہ کھانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی غریب تھا، کم درجے کا کسان یا مزدور تھا جسے واقعی اپنی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے توانائی کی ضرورت تھی یا وہ بہت کمزور تھا اور دوپہر کے کھانے کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ تیرہویں صدی میں ناشتے کا رواج شروع ہوا اور ناشتے میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور پنیر ہوتا تھا لیکن اس میں گوشت شامل نہیں ہوتا تھا۔ پندرہویں صدی میں مغربی یورپ میں ناشتے میں گوشت کو بھی شامل کرلیا گیا۔ اس وقت تک ناشتے میں زیادہ تر بزرگ ہی شامل ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ سولہویں صدی تک ناشتے کا رواج عام ہوگیا۔ سولہویں صدی میں یورپی غذا میں کیفین والے مشروبات یعنی چائے اور کافی کا ناشتے میں اضافہ ہوگیا۔

پندرہویں صدی کے بعد ناشتے کو جدید ناشتہ کہا جاتا ہے۔ روایتی طور پر افریقہ کے کھانوں میں مقامی طور پر دستیاب پھلوں، اناج اور سبزیوں کے ساتھ ساتھ دو دفعہ اور گوشت کی مصنوعات کو ناشتے میں شامل کیا جاتا ہے۔ مصری ناشتے میں روٹی، پنیر، انڈے، مکھن، دہی، کریم استعمال کرتے ہیں، اسی طرح جاپان میں سوپ اور چاول کا دلیہ ناشتے میں عام ہے۔ سولہویں صدی میں اس بات کا ادراک ہوگیا تھا کہ صبح کا ناشتہ ایک اہم کھانا ہے۔ مثال کے طور پر 1551ء میں تھامس ونگ فیلڈ نے کہا کہ ناشتہ ضروری ہے۔ 1589ء میں تھامس کوگن نے کہا کہ صبح کا ناشتہ چھوڑنا غیر صحت بخش ہے۔ ناشتہ نہ کرنے کے کافی نقصانات ہیں۔ مثلاً ناشتہ نہ کرنے والوں کو دل کے دورے اور امراض قلب کا خطرہ 27 فیصد تک بڑھنے کا امکان ہے کیونکہ ناشتہ چھوڑ دینے سے جسم میں اضافی تناؤ پیدا ہوجاتا ہے جس سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا ناشتہ کرنے سے انسان دل کے مہلک امراض سے بچ جاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق ناشتہ نہ کرنے سے انسان کی دماغی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں اور خاص طور پر یادداشت متاثر ہوتی ہے اور بچے اس سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ ناشتہ نہ کرنے والوں کے کولیسٹرول پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور کولیسٹرول کا لیول بڑھ جاتا ہے۔ ناشتہ نہ کرنے والوں میں ذیابیطس کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ خاص طور پر عورتوں میں ذیابیطس ٹائپ ٹو ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ صبح ناشتہ کرنا وزن بڑھنے سے روکتا ہے یعنی موٹاپا طاری ہونے کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔ ناشتے کے بارے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں کونسی غذائیں استعمال میں لائی جائیں۔ اس بارے میں ماہرین کی مختلف رائے ہے، لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ ناشتہ میں کاربوہائیڈریٹس اور فائبر والی غذاؤں کا استعمال زیادہ ہونا چاہیے۔ آیئے دیکھیں کہ ناشتے میں کون کونسی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہئے اور ان سے کونسے فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق کاربوہائیڈریٹس، فائبر اور پروٹین پر مشتمل مندرجہ ذیل اشیاء ناشتے میں استعمال کرنے کیلئے بہترین ہیں۔ دہی کئی صدیوں سے ہمارے ناشتے کا اہم ترین جزو رہا ہے اور پنجاب کے باسیوں کی مرغوب غذا ناشتے میں دہی اور لسی ہے۔ دہی اور لسی میں کیلشیم کی کافی مقدار پائی جاتی ہے اس کے ساتھ پروٹین اور چکنائی بھی ہوتی ہے۔

یہ تمام اجزاء انسانی صحت کیلئے نہایت اہم ہیں۔ اگر آپ وزن کم کرنا چاہتے ہیں تو گریپ فروٹ کو ناشتے میں شامل کریں، اسے آپ دہی کے ساتھ ملا کر استعمال کرسکتے ہیں۔ گریپ فروٹ میں چربی پگھلانے والے اجزا شامل ہوتے ہیں مزید برآں یہ خون میں شکر کی مقدار کو بھی کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ناشتے میں اناج کی بنی ہوئی اشیاء ضرور شامل کرنی چاہئیں کیونکہ اناج وٹامنز، معدنیات، فائبرز اور کاربوہائیڈریٹس اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور ہوتے ہیں۔ یعنی اناج انسانی صحت کیلئے ایک خزانے کی مانند ہیں۔ یاد رکھیں جو لوگ خالص اناج سے بنی ہوئی غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں ان میں دل کے امراض کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔ جو لوگ ناشتے میں اناج، براؤن چاول، مکئی، دلیہ اور جو کا استعمال کرتے ہیں وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ مثلاً ہڈیوں کی بیماریاں، بلڈ پریشر اور پیٹ کی بہت سی بیماریوں کے ساتھ ساتھ ذیابیطس کا خطرہ بھی کم ہوجاتا ہے۔ (ڈاکٹر رانا لیاقت)

Volume:63/73,Issue:28 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اُسے گنوا کے میں زندہ ہوں اس طرح محسن
کہ جیسے تیز ہوا میں چراغ جلتا ہے
(محسن نقوی)

# مولانا سہیل احمد ندوی بڑی خوبیوں کے مالک اور علمی وعملی زندگی میں اپنی مثال تھے: حضرت امیر شریعت

## مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ کی وفات پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

امارت شرعیہ کے نائب ناظم، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے سکریٹری اور امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری، دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری اور امارت شرعیہ کے کئی اہم شعبوں کے ذمہ دار مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کے انتقال پر آج مورخہ 27 جولائی 2023 کو مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا، جس میں امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران و کارکنان کے علاوہ اسپتال و ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے ذمہ داران و کارکنان، دار العلوم الاسلامیہ، المعہد العالی امارت شرعیہ کے ذمہ داران و اساتذہ، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ڈاکٹرز و کارکنان نے شرکت کی، اس تعزیتی نشست میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے فرمایا کہ آج ہم سب لوگ تعزیت کے مستحق ہیں، مولانا امارت شرعیہ کی ٹیم کا ایک اہم حصہ تھے، ان کے اندر انتظامی صلاحیت اعلیٰ درجہ کی تھی، بہت ہی باصلاحیت، بارعب، خوش خلق اور سب کو جوڑ کر چلنے والے تھے، سب سے بڑھ کر ان کی خصوصیت تھی کہ وہ ذمہ داریوں سے گھبرایا نہیں کرتے ہر ذمہ داری کو خوش دلی سے قبول کرتے اور اس کو پوری ایمانداری اور سمع وطاعت کے جذبہ کے ساتھ نبھاتے، کسی وقت بھی امارت شرعیہ کے کام کے لیے انہیں آواز دی جاتی مکمل نشاط اور خوش دلی کے ساتھ حاضر ہوتے۔ ان کی ایک اور اہم خصوصیت تھی کہ وہ امارت شرعیہ کی چلتی پھرتی تاریخ تھے، امارت شرعیہ کی تاریخ ان کے سینے میں محفوظ تھی، کہا جاسکتا ہے کہ مولانا امارت شرعیہ کا انسائکلو پیڈیا تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی امارت شرعیہ اور اللہ کے دین کے کام کے لیے لگا دیا، وہ ایک ایسے شخص تھے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کام کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا صلہ یہ دیا کہ انہیں قابل رشک خاتمہ نصیب فرمایا جو ان کی اللہ کے یہاں مقبولیت کی واضح نشانی ہے، میں نے مولانا کے ساتھ تقریباً پونے دو سال سے کام کرنا شروع کیا، میں نے اس مدت میں مولانا کو ایک بہترین منتظم پایا، ایک اچھا مشیر پایا، ایک ایسا شخص جو اچھے مشورہ دے سکتا تھا، ایک ایسا شخص جو لوگوں کو جوڑ کر کے کام کروا سکتا تھا، ایک ایسا شخص ہم سے جدا ہو گیا ہے، مولانا کے اندر بے شمار خوبیاں تھیں، ہم لوگ ان کی زندگی سے یہ سبق حاصل کریں کہ اسلام کے لیے، امارت شرعیہ کے لیے اور ملت کے کاموں کے لیے ہم ہمہ وقت تیار رہیں، یقیناً ان کے انتقال سے امارت شرعیہ کا بڑا نقصان ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امارت شرعیہ کو اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا کر دے اور پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل عطا کرے، مولانا کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے اور جنت الفردوس میں ابدی جگہ عطا فرمادے۔ آمین

نائب امیر شریعت حضرت مولانا شمشاد رحمانی قاسمی نے فرمایا کہ مولانا سہیل احمد ندوی دین وملت کے سچے خادم تھے، امارت شرعیہ ان کی رگ وریشہ میں پیوست تھی، آپ نے پوری زندگی امارت شرعیہ کے مختلف پلیٹ فارم سے قوم ملت کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے عوض موت بھی قابل رشک عطا کی، جو یقیناً ان کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے بڑے ذمہ دار، تجربہ کار، باصلاحیت، امارت شرعیہ کی فکر کے مجسم حضرت مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کی اچانک رحلت نے ذہن ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، میں اب اہم معاملات میں ان کی تعمیری رائے اور اماراتی مشوروں سے محروم ہو گیا، امارت شرعیہ نے اپنا عظیم سپوت کھو دیا، مصیبت کی اس گھڑی میں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ سب بے چین اور سخت کرب محسوس کر رہے ہیں جو مولانا کے اخلاص عمل کی دلیل ہے اور وہ امارت شرعیہ کے کاموں کو انجام دیتے ہوئے رب کے حضور گئے ہیں۔

مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا مرحوم ملت کے قیمتی اور بیش بہا سرمایہ تھے، انتہائی فعال، نشیط اور متحرک تھے، دار العلوم ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند کے باکمال اور ہونہار فارغین میں تھے، آپ نے پوری زندگی امارت شرعیہ کی خدمت میں گزاری، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، نیز امت اور امارت کو اس کا بدل عطا فرمائے۔ آمین

مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ مولانا متحرک وفعال اور باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے، قوم وملت کی خدمت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا وہ ہردم رواں ہردم جواں کے یقینی مصداق تھے۔

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے اپنے پیغام میں مولانا کے انتقال کو حادثہ فاجعہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایک ایسا مہربان بھائی اور دین وملت کا ایسا عظیم خادم اچانک اس طرح رخصت ہو جائے گا۔ کہیں دور تک بھی ایسا احساس نہیں تھا۔ انتقال کے دن ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر مجھ سے کئی منٹ بات ہوئی ہے اس غمناک خبر کے بعد دل غم سے اتنا بوجھل ہے کہ کچھ لکھنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ دوران ملازمت کا ۱۸ رسالہ رفیق اور دوران طالبعلمی کے چار سالہ مشفق ومہربان بھائی کی رحلت پر غم والم سے رنجور صرف یہی کہ سکتا ہوں کہ باری تعالیٰ دین وملت کا وہ خادم جو خدمت دین کی راہ میں اپنی جان کا سرمایہ لٹا کر تیرے پاس حاضر ہو رہا ہے۔ انہیں شہدا کے زمرہ جگہ دینا۔ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمانا اور پسماندگان کے سروں پر اپنی شفقت کا سایہ قائم ودائم رکھنا۔

مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ امارت شرعیہ میں انہوں نے تین دہائیوں سے زیادہ خدمت انجام دی اور ان تین دہائیوں میں امارت شرعیہ کی تنظیمی، تعلیمی اور تعمیری ترقی میں اکابر امارت شرعیہ کے شانہ بشانہ شریک رہے، انہوں نے جتنے امراء شریعت کے ساتھ کام کیا سب کے معتمد رہے، سمع وطاعت کا جذبہ انتہائی درجہ تک ان میں تھا اور کسی بھی ذمہ داری سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے بلکہ اپنی پوری محنت اور توانائی کے ساتھ اس ذمہ داری کا حق ادا کرتے تھے۔

اس تعزیتی نشست سے مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا محمد عالم قاسمی رکن شوریٰ امارت شرعیہ، مولانا بدر احمد مجیبی استاذ المعہد العالی، مولانا عبد الباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی، مولانا منت اللہ قاسمی شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ، مولانا یحییٰ غنی مہتمم دار العلوم دار العلوم الاسلامیہ، مولانا مفتی محمد انور قاسمی قاضی شریعت دار القضاء رانچی، مولانا سعود عالم قاسمی قاضی شریعت دار القضاء جمشید پور، مولانا تبریز عالم قاسمی ناظم تعلیمات دار العلوم الاسلامیہ، مولانا اعجاز احمد رکن شوریٰ امارت شرعیہ، ڈاکٹر سید نثار احمد میڈیکل سپرنٹنڈنٹ مولانا سجاد میموریل اسپتال، ڈاکٹر سید غلام محی الدین اشرفی، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر سید کمال وارث ایچ او ڈی مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل، جناب ضیاء الدین صاحب اکیڈمک انچارج مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل، مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر نقیب، مولانا امتیاز احمد قاسمی معاون قاضی شریعت، مولانا محمد ابوالکلام شمسی معاون ناظم امارت شرعیہ نے بھی اظہار تعزیت کیا اور مولانا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سامعین کے سامنے رکھا اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی۔

اس تعزیتی نشست کا آغاز مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگل پوری نے نعت شریف پیش کی، مولانا نیاز احمد رحمانی نے مولانا مرحوم کی وفات پر پر مولانا اشتیاق حیدر قاسمی قاضی شریعت بسوریا کا لکھا ہوا منظوم کلام پیش کیا، تعزیتی نشست کی نظامت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کی اور آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا، نشست میں جناب احسان الحق صاحب رکن شوریٰ، جناب عبد الوہاب انصاری صاحب انچارج شعبۂ اصلاحات اراضی، مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم، مولانا ارشد رحمانی آفس سکریٹری، مولانا عبد اللہ جاوید، مولانا مفتی احتکام الحق قاسمی، مولانا شمیم اکرم رحمانی، مولانا مرسل قاسمی، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی نائب قاضی، جناب عرفان الحق صاحب انچارج بیت المال، جناب امتیاز صاحب اکاؤنٹنٹ، جناب حامد صاحب، جناب سید خبیب صاحب، مولانا منہاج عالم ندوی، مولانا ابوداؤد صاحب، مولانا افروز سلیمی صاحب، مولانا عقیل اختر، مولانا احتشام رحمانی، مولانا مطیع الرحمٰن شمسی، مولانا راشد العزیزی ندوی، مولانا عبد القدوس مظاہری، مولانا بدر عالم، جناب اعجاز صاحب ایم ایس ایم اسپتال، مولانا روح الامین قاسمی المعہد العالی، وغیرہ کے علاوہ ذمہ داران، کارکنان ومعززین کی بڑی تعداد شریک تھی۔

۲۷ رجولائی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور جناب فہد رحمانی صاحب سی ای او رحمانی تھرٹی نے مولانا سہیل احمد ندوی رحمۃ اللہ کے آبائی وطن بگہی دیوراج مغربی چمپارن پہونچ کر ان کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت کیا اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر وتحمل کی دعا کی۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-31/07/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner